اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ

اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیے (سورۃ النحل ۱۲۵)

اصلاحی مضامین

(جلد ۲)

ڈاکٹر مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی

Dr. Mohammad Najeeb Qasmi

www.najeebqasmi.com

اصلاحی مضامین (جلد ۲)

"Islahi Mazameen V2"

By Dr. Mohammad Najeeb Qasmi

نام کتاب:	اصلاحی مضامین (جلد ۲)
مصنف:	ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی
پہلا ایڈیشن:	اپریل ۲۰۱۶ء

www.najeebqasmi.com

najeebqasmi@gmail.com

کتاب مفت ملنے کا پتہ

ڈاکٹر محمد مجیب، دیپا سرائے، سنبھل، یوپی، 244302

Dr. Mohammad Mujeeb, Ballah Ki Pulya

Deepa Sarai, Sambhal U.P. Pin Code: 244302

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن، وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْم ِوَعَلٰى آلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْن.

پیش لفظ

حضور اکرم ﷺ نہ صرف خاتم النبیین ہیں بلکہ آپ ﷺ کی رسالت عالمی بھی ہے، یعنی آپ ﷺ صرف قبیلہ قریش یا عربوں کے لئے نہیں، بلکہ پوری انسانیت کے لئے، اسی طرح صرف اُس زمانہ کے لئے نہیں جس میں آپ ﷺ پیدا ہوئے بلکہ قیامت تک آنے والے تمام انس وجن کے لئے نبی ورسول بنا کر بھیجے گئے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں امت مسلمہ خاص کر علماء دین کی ذمہ داری ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد دین اسلام کی حفاظت کرکے قرآن وحدیث کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچائیں۔ چنانچہ علماء کرام نے اپنے اپنے زمانہ میں رائج جائز طریقوں سے اس اہم ذمہ داری کو بحسن خوبی انجام دیا۔ علماء کرام کی قرآن وحدیث کی بے لوث خدمات کو بھلایا نہیں کیا جاسکتا ہے اور انشاء اللہ ان علمی خدمات سے کل قیامت تک استفادہ کیا جاتا رہے گا۔ عصر حاضر میں نئی ٹکنولوجی (ویب سائٹ، واٹس اپ، موبائل ایپ، فیس بک اور یوٹوب وغیرہ) کو دین اسلام کی خدمت کے لئے علماء کرام نے استعمال کرنا شروع تو کردیا ہے مگر اس میں مزید اور تیزی سے کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

الحمد للہ، بعض احباب کی ٹیکنیکل سپورٹ اور بعض محسنین کے مالی تعاون سے ہم نے بھی دین اسلام کے خدمت کے لئے نئی ٹکنولوجی کے میدان میں گھوڑے دوڑا دئے ہیں تاکہ اس خلا کو ایسی طاقتیں پُر نہ کردیں جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے نقصان دہ ثابت ہوں۔ چنانچہ ۲۰۱۳ میں ویب سائٹ لانچ کی گئی، ۲۰۱۵ میں تین زبانوں میں دنیا کی پہلی موبائل ایپ (**Deen-e-Islam**) اور پھر احباب کے تقاضہ پر حجاج کرام کے لئے تین زبانوں میں خصوصی ایپ (**Hajj-e-Mabroor**) لانچ کی گئی۔ ہندوپاک کے متعدد علماء کرام واداروں نے دونوں ایپس کے لئے تاییدی خطوط تحریر فرما کر عوام وخواص سے دونوں ایپس سے استفادہ کرنے کی درخواست کی۔ یہ تاییدی خطوط دونوں ایپس کا حصہ ہیں۔ زمانہ کی رفتار سے چلتے ہوئے قرآن وحدیث کی روشنی میں مختصر دینی پیغام خوبصورت امیج کی شکل میں مختلف ذرائع سے ہزاروں احباب کو پہنچ رہے ہیں، جو عوام وخواص میں کافی مقبولیت حاصل کئے ہوئے ہیں۔

ان دونوں ایپس (دین اسلام اور حج مبرور) کو تین زبانوں میں لانچ کرنے کے ضمن میں میرے تقریباً ۲۰۰ مضامین کا انگریزی اور ہندی میں مستند ترجمہ کروایا گیا۔ ترجمہ کے ساتھ زبان کے ماہرین سے ایڈیٹنگ بھی کرائی گئی۔ ہندی کے ترجمہ میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ ترجمہ آسان وعام فہم زبان میں ہوتا کہ ہر عام وخاص

کے لئے استفادہ کرنا آسان ہو۔

اللہ کے فضل وکرم اور اس کی توفیق سے اب تمام مضامین کے انگریزی اور ہندی ترجمہ کو موضوعات کے اعتبار سے کتابی شکل میں ترتیب دے دیا گیا ہے تاکہ استفادہ عام کیا جاسکے، جس کے ذریعہ ۱۴ کتابیں انگریزی میں اور ۱۴ کتابیں ہندی میں تیار ہوگئی ہیں۔ اردو میں شائع شدہ ۷ کتابوں کے علاوہ ۱۰ مزید کتابیں طباعت کے لئے تیار کردی گئی ہیں۔

اس کتاب (اصلاحی مضامین جلد ۲) میں قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر کردہ متعدد مضامین (غسل کے احکام ومسائل، موزوں اور جُرَّابوں پر مسح کرنے کا حکم، قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ کرنا منع ہے، ذی الحجہ کا پہلا عشرہ اور قربانی کے احکام ومسائل، اسلامی کیلنڈر کا پہلا مہینہ "محرم الحرام" اور عاشورہ کا روزہ، ماہِ شعبان اورشبِ برأت، ماہِ رجب اور واقعۂ معراج النبی ﷺ، داڑھی کی شرعی حیثیت، ہر متنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، مرتد کی سزا قرآن وحدیث کی روشنی میں، کیا اونٹ کے دودھ اور پیشاب سے بیماری کا علاج کیا جاسکتا ہے؟، غروب آفتاب کے وقت چھوٹے بچوں کو باہر نکالنے سے گریز کرنا، دو عبرت ناک واقعے، دینی معلومات پر مشتمل ۲۵۰ سوالات وجوابات، رزق کی کنجیاں، نذر یعنی منت ماننے کے مسائل، قسم کا کفارہ، ہمیں حتی الامکان قسم کھانے سے بچنا چاہئے، کبیرہ گناہوں سے اجتناب، امتحانات۔۔۔اور۔۔ہم۔۔۔، گائے کا گوشت، انگوٹھی پہننے کا حکم، نئے سال کی آمد پر جشن یا اپنا محاسبہ اور رہن (گروی رکھنے) اور بینک سے قرض لینے کے ضروری مسائل) کتابی شکل میں ترتیب دے دئے گئے ہیں تاکہ استفادہ عام ہوسکے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ ان ساری خدمات کو قبولیت ومقبولیت سے نواز کر مجھے، ایپس کی تایید میں خطوط تحریر کرنے والے علماء کرام، ٹیکنیکل سپورٹ کرنے والے احباب، مالی تعاون پیش کرنے والے محسنین، مترجمین، ایڈیٹنگ کرنے والے حضرات خاص کر جناب عدنان محمود عثمانی صاحب، ڈیزائنر اور کسی بھی نوعیت سے تعاون پیش کرنے والے حضرات کو دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی عطا فرمائے۔ آخر میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی دامت برکاتہم، مولانا محمد اسرارالحق قاسمی صاحب (ممبر آف پارلیمینٹ) اور پروفیسر اختر الواسع صاحب (لسانیات کے کمشنر، وزارت اقلیتی بہبود) کا خصوصی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود اپنی تقریظ تحریر فرمائی۔ ڈاکٹر شفاعت اللہ خان صاحب کا بھی مشکور ہوں جن کی کاوشوں سے ہی یہ پروجیکٹ پائے تکمیل کو پہنچا ہے۔

محمد نجیب قاسمی سنبھلی (ریاض) ۵ جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ = ۱۴ مارچ ۲۰۱۶ء

(Mufti) Abul Qasim Nomani

Mohtamim (VC) Darul Uloom Deoband

(مفتی) ابو القاسم نعمانی

مہتمم دار العلوم دیوبند، الہند

PIN- 247554 (U.P.) INDIA Tel: 01336-222429, Fax: 01336-222768 E-mail: info@darululoom-deoband.com

Ref. No..........

Date:....................

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

جناب مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی مقیم ریاض (سعودی عرب) نے دینی معلومات اور شرعی احکام کو زیادہ سے زیادہ اہل ایمان تک پہونچانے کے لئے جدید وسائل کا استعمال شروع کرکے، دینی کام کرنے والوں کے لیے ایک اچھی مثال قائم فرمائی ہے۔

چنانچہ سعودی عرب سے شایع ہونے والے اردو اخبار (اردو نیوز) کے دینی کالم (روشنی) میں مختلف عنوانات پر ان کے مضامین مسلسل شایع ہوتے رہتے ہیں۔ اور موبائل ایپ اور ویب سائٹ کے ذریعہ بھی وہ اپنا دینی پیغام زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہونچا رہے ہیں۔ ایک اچھا کام یہ ہوا ہے کہ زمانہ کی ضرورت کے تحت مولانا نے اپنے اہم اور منتخب مضامین کے ہندی اور انگریزی میں ترجمے کرادیئے ہیں، جو الیکٹرونک بک کی شکل میں جلد ہی لانچ ہونے والے ہیں۔

اور امید ہے کہ مستقبل میں یہ پرنٹ بک کی شکل میں بھی دستیاب ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ مولانا قاسمی کے علوم میں برکت عطا فرمائے اور ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔ مزید علمی افادات کی توفیق بخشے۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہ

مہتمم دارالعلوم دیوبند

۱۴۳۷/۶/۳ھ

15, South Avenue, New Delhi-110011
Ph.: 011-23795046 Telefax: 011-23795314
E-mail: mahaqqasmi@gmail.com

Ref. No. MP/15/K/.../2016

Date 15/03/2016

تاثرات

عصر حاضر میں دینی تعلیمات کو جدید آلات ووسائل کے ذریعہ عوام الناس تک پہنچانا وقت کا اہم تقاضہ ہے، اللہ کا شکر ہے کہ بعض دینی، معاشرتی اور اصلاحی فکر رکھنے والے حضرات نے اس سمت میں کام کرنا شروع کردیا ہے، جس کے سبب آج انٹرنیٹ پر دین کے تعلق سے کافی مواد موجود ہے۔ اگرچہ اس میدان میں زیادہ تر مغربی ممالک کے مسلمان سرگرم ہیں لیکن اب ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مشرقی ممالک کے علماء وداعیان اسلام بھی اس طرف متوجہ ہورہے ہیں جن میں عزیزم ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی صاحب کا نام سرفہرست ہے۔ وہ انٹرنیٹ پر بہت سادینی مواد ڈال چکے ہیں، باضابطہ طور پر ایک اسلامی واصلاحی ویب سائٹ بھی چلاتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی کا قلم رواں دواں ہے۔ وہ اب تک مختلف اہم موضوعات پر سینکڑوں مضامین اور کئی کتابیں لکھ چکے ہیں۔ ان کے مضامین پوری دنیا میں بڑی دلچسپی کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔ وہ جدید ٹکنالوجی سے بخوبی واقف ہونے کی وجہ سے اپنے مضامین اور کتابوں کو بہت جلد دنیا بھر میں ایسے ایسے لوگوں تک پہنچادیتے ہیں جن تک رسائی آسان کام نہیں ہے۔ موصوف کی شخصیت علوم دینی کے ساتھ علوم عصری سے بھی آراستہ ہے۔ وہ ایک طرف عالم دین ہیں، تو دوسری طرف ڈاکٹر ومحقق بھی اور کئی زبانوں میں مہارت بھی رکھتے ہیں اوراس پر مستزاد یہ کہ وہ فعّال ومتحرک نوجوان ہیں۔ جس طرح وہ اردو، ہندی، انگریزی اور عربی میں دینی واصلاحی مضامین اور کتابیں لکھ کر عوام کے سامنے لارہے ہیں، وہ اس کے لئے تحسین اور مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ان کی شب وروز کی مصروفیات وجدوجہد کو دیکھتے ہوئے ان سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ مستقبل میں بھی اسی مستعدی کے ساتھ مذکورہ تمام کاموں کو جاری رکھیں گے۔ میں دعا گو ہوں کہ باری تعالیٰ ان سے مزید دینی، اصلاحی اور علمی کام لے اور وہ اکابرین کے نقش قدم پر گامزن رہیں۔ آمین!

مخلص

(مولانا) محمد اسرار الحق قاسمی

ایم. پی. لوک سبھا (انڈیا)

وصدر آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن، نئی دہلی

Email:asrarulhaqqasmi@gmail.com

प्रो. अख़्तरूल वासे
आयुक्त
PROF. AKHTARUL WASEY
Commissioner

भाषाजात अल्पसंख्यकों के आयुक्त
अल्पसंख्यक कार्य मंत्रालय
भारत सरकार
Commissioner for Linguistic Minorities in India
Ministry of Minority Affairs
Government of India

تقریظ

اطلاعاتی انقلاب برپا ہونے کے بعد جس طرح ہر قسم کی معلومات انٹرنیٹ کے ذریعہ آنکھوں کی دو پتلیوں میں سما گئی ہیں۔ اس نے ''گاگر میں ساگر'' اور ''کوزے میں دریا'' کے تخیلاتی تصورات کو نہ صرف حقیقت بنا دیا ہے بلکہ ان پر ہمارا انحصار روز بروز ناگزیر ہوتا جا رہا ہے۔ گوگل (Google) ہو یا وکی پیڈیا (Wikipaedia) یا پھر دوسری سوشل سائٹس انہوں نے ترسیل وابلاغ کو وہ ہمہ جہت رخ اور رفتار کی تیزی عطا کی ہے کہ فراق وفصل کے تمام تصورات بے معنیٰ ہو کر رہ گئے ہیں۔ لیکن اس اطلاعاتی انقلاب نے ایک پیچیدہ مسئلہ یہ پیدا کر دیا ہے کہ اطلاعات رسائی اور خبروں تک رسائی میں حقائق سے گریز یا ان کو مسخ کرنے کا چلن بھی اس طرح شامل ہو گیا ہے اور اس سچائی کو اسلام اور مسلمانوں سے بہتر کون جانتا ہے۔ دوسرا سنگین مسئلہ یہ ہے کہ باخبر ہونے اور معلومات حاصل کرنے کے لئے اب مطالعہ کی عادت لوگوں میں خاصی کم ہوتی جا رہی ہے۔ کیونکہ موبائیل کے روپ میں دنیا ان کی مٹھی میں سمائی رہتی ہے اور وہ سب کچھ اسی کے ذریعہ جاننا چاہتے ہیں۔ اس چیلینج اور مسئلے کے حل کے لئے ضروری ہے کہ ہم غلط بیانیوں اور حقائق کو دنیا پر آشکار کرنے کے لئے اور اپنے ہم مذہبوں خاص طور پر نئی نسل کو صحیح معلومات فراہم کرنے، انہیں رہنمائی دینے اور ان کے شعور میں بالیدگی اور پختگی لانے کے لئے اس اطلاعاتی انقلاب کے جتنے بھی وسائل وذرائع ہیں ان کا بھرپور استعمال کریں۔

مجھے خوشی ہے کہ ہمارے ایک موقر اور معتبر عالم حضرت دین مولانا محمد نجیب قاسمی نے جواز ہر ہند دارالعلوم دیوبند کے قابل فخر ابنائے قدیم میں سے ہیں اور عرصہ سے مملکت سعودی عرب کی راجدھانی ریاض میں برسرکار ہیں، انہوں نے اس ضرورت کو بخوبی سمجھا اور دنیا کی پہلی اسلامی موبائیل ایپ ''دین اسلام'' اور ''حج مبرور'' اردو، انگریزی اور ہندی میں تیار کیا تھا اور اب وقت گزرنے کے ساتھ نئے سوالات کی روشنی اور علمی ضرورتوں کے تحت نئے مضامین اور نئے بیانات شامل کر کے ایک دفعہ پھر نئے انداز کے ساتھ پیش کرنے جا رہے ہیں۔ مزید برآں زندگی کے مختلف پہلوؤں پر دین کے حوالہ سے دو سو مضامین کے الیکٹرونک ایڈیشن کو بھی منظر عام پر لایا جا رہا ہے۔ مجھے وقتاً فوقتاً محترم مولانا محمد نجیب قاسمی صاحب کے مقالے، الیکٹرانک مضامین اور علمی فتوحات سے استفادہ کرنے کا موقعہ ملتا رہا ہے۔ مجھے ان کے متوازن، اعتدال پسند اور عالمانہ اندازِ تحریر نے ہمیشہ متاثر کیا۔ میں مولانا نجیب قاسمی کی خدمت میں ہدیۂ تبریک وتشکر پیش کرتا ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ان کی عمر میں درازی، علم میں اضافہ اور قلم میں مزید پختگی عطا فرمائے۔ کیونکہ:

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

(پروفیسر اختر الواسع)
سابق ڈائریکٹر: ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز
سابق صدر: شعبہ اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی
سابق وائس چیرمین: اردو اکادمی، دہلی

14/11, जाम नगर हाउस, शाहजहाँ रोड, नई दिल्ली–110011
14/11, Jam Nagar House, Shahjahan Road, New Delhi-110011
Tel: (O) 011-23072651-52 Email: wasey27@gmail.com Website: www.nclm.nic.in

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن، وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ وَعَلىٰ آلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْن.

غسل کے احکام ومسائل

غسل کے فرائض:

۱) اس طرح کلی کرنا کہ سارے منہ میں پانی پہنچ جائے۔

۲) ناک کی نرم ہڈی تک پانی پہنچانا۔

۳) بدن پر اس طرح پانی بہانا کہ ایک بال کے برابر بھی جگہ خشک نہ رہے۔

کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق بعض علماء کی رائے ہے کہ یہ وضو کی طرح غسل میں بھی سنت ہیں، مگر فقہاء وعلماء کی بڑی جماعت (مثلاً امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ) کی رائے ہے کہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا غسل میں ضروری ہے اور اس کے بغیر غسل ہی نہیں ہوگا۔ ہندو پاک کے جمہور علماء کی بھی یہی رائے ہے۔ سعودی عرب کے مشہور ومعروف عالم دین شیخ محمد بن صالح عثیمینؒ نے بھی یہی کہا ہے۔ جن علماء نے ان دونوں اعمال کو سنت قرار دیا ہے، ان کے کہنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ اگر کوئی شخص واجب غسل میں یہ دونوں اعمال چھوڑ کر غسل کر کے نمازیں ادا کرلے تو نمازوں کا اعادہ ضروری نہیں ہے، جبکہ علماء احناف کی رائے میں نمازوں کا اعادہ ضروری ہوگا۔

غسل سے متعلق متفرق مسائل:

☆ اگر کسی شخص کو غسل سے فراغت کے بعد یاد آیا کہ کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا بھول گیا ہے تو غسل کے بعد بھی جو عمل رہ گیا ہے اس کو پورا کرلے، دوبارہ غسل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کلی اور ناک میں پانی ڈالے بغیر قرآن وحدیث کی روشنی میں جمہور علماء کی رائے ہے کہ غسل صحیح نہیں ہوگا۔

☆ اگر باتھ روم میں غسل کر رہے ہیں جہاں کوئی دیکھ نہ سکے تو ننگے ہو کر غسل کرنا جائز ہے چاہے کھڑے ہو کر غسل کریں یا بیٹھ کر، لیکن بیٹھ کر غسل کرنا بہتر ہے کیونکہ اس میں پردہ زیادہ ہے۔

☆ اگر ناخن پالش لگی ہوئی ہے تو وضو اور غسل میں اس کو ہٹا کر وضو اور غسل کرنا واجب ہے، اگر اس کو ہٹائے بغیر کوئی عورت وضو یا غسل کرے گی تو اس کا وضو یا غسل صحیح نہیں ہوگا۔ لیکن اگر بالوں یا جسم پر مہندی لگی ہوئی ہے تو اس کے ساتھ وضو اور غسل صحیح ہے کیونکہ مہندی جسم میں پیوست ہو جاتی ہے جبکہ ناخن پالش ناخن کے اوپر رہتی ہے اور اس کو ہٹایا بھی جا سکتا ہے اور یہ پانی کو اندر تک پہنچنے سے مانع بنتی ہے۔

☆ غسل میں پانی کا بے جا اسراف نہ کریں، ضرورت کے مطابق ہی پانی کا استعمال کریں۔ ہمارے نبی ﷺ پانی کی بہت کم مقدار سے غسل کر لیا کرتے تھے۔

☆ عورت کے حیض یا نفاس سے پاک ہونے کے بعد غسل سے فراغت کے بعد ہی صحبت کی جا سکتی ہے۔

غسل کا مسنون طریقہ:

غسل کرنے والے کو چاہئے کہ وہ پہلے دونوں ہاتھ دھوئے، پھر بدن پر جو ناپا کی لگی ہوئی ہے اس کو صاف کرے اور استنجاء بھی کر لے۔ پھر مسنون طریقہ پر وضو کرے۔ وضو سے فراغت کے بعد پہلے سر پر پانی ڈالے، پھر دائیں کندھے پر اور پھر بائیں کندھے پر پانی بہائے اور بدن کو ہاتھ سے ملے۔ یہ عمل تین بار کر لے تا کہ یقین ہو جائے کہ پانی بدن کے ہر ہر حصہ پر پہنچ گیا ہے۔ اگر آپ شاور سے نہا رہے ہیں تب بھی اس کا اہتمام کر لیں تو بہتر ہے ورنہ کوئی حرج نہیں۔ اگر نہانے کا پانی غسل کی جگہ پر جمع ہو رہا ہے تو وضو کے ساتھ پیروں کو نہ دھوئیں بلکہ غسل سے فراغت کے بعد اس جگہ سے علیحدہ ہو کر دھوئیں۔

غسل کب واجب ھوتا ھے؟

۱) خروجِ منی: یعنی منی کا شہوت کے ساتھ جسم سے باہر نکلنا خواہ سوتے میں ہو یا جاگتے میں۔

۲) جماع: یعنی مرد وعورت نے صحبت کی جس سے مرد کی شرمگاہ کا اوپری حصہ عورت کی شرمگاہ میں چلا گیا خواہ منی نکلے یا نہ نکلے۔

﴿نوٹ﴾ بیوی کے ساتھ بوس وکنار کرنے میں صرف چند قطرے رطوبت کے (مذی) نکل جائیں تو اُس سے غسل واجب نہیں ہوتا۔

۳) عورت کا حیض یا نفاس سے پاک ہونا۔

صرف صحبت کرنے سے غسل واجب ھوجاتا ھے خواہ منی نکلے یا نہ نکلے:

ان دنوں بعض حضرات نے غسل کے واجب ہونے کے دوسرے سبب کے سلسلہ میں جمہور علماء کے فیصلہ کے خلاف عام لوگوں کے سامنے کچھ شک وشبہات پیدا کردئے ہیں، ان حضرات کا موقف ہے کہ صرف صحبت کرنے سے غسل واجب نہیں ہوتا ہے بلکہ غسل کے واجب ہونے کے لئے منی کا نکلنا بھی ضروری ہے۔ مسئلہ کی اہمیت اور نزاکت کے پیش نظر اس موضوع پر میں دلائل کے ساتھ قدرے تفصیلی روشنی ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں۔

خیر القرون سے آج تک جمہور محدثین وفقہاء وعلماء کی رائے ہے کہ اگر مرد وعورت نے اس طرح صحبت کی کہ مرد کی شرمگاہ کا اوپری حصہ عورت کی شرمگاہ میں چلا گیا تو غسل واجب ہوجائے گا خواہ منی نکلے یا نہ نکلے۔ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے مشہور فقیہ ومحدث حضرت امام ابوحنیفہؒ، علماء احناف اور ہندوپاک کے جمہور علماء کا بھی یہی موقف ہے۔ سعودی عرب کے بیشتر علماء کی بھی یہی رائے ہے۔ ابتدائے اسلام میں اس مسئلہ میں کچھ اختلاف رہا ہے، لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد

خلافت میں ازواج مطہرات سے رجوع کرنے کے بعد صحابۂ کرام کا اس پر اجماع ہوگیا کہ محض جماع سے غسل واجب ہوجاتا ہے خواہ منی نکلے یا نہ نکلے، جیسا کہ عقائد کی سب سے مشہور کتاب تحریر کرنے والے ۲۳۹ھ میں مصر میں پیدا ہوئے حنفی عالم امام طحاویؒ نے دلائل کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

جمہور علماء کے دلائل:

جمہور علماء کے متعدد دلائل ہیں، اختصار کے مدنظر صرف تین احادیث ذکر کررہا ہوں:

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مرد عورت کے چہار زانو میں بیٹھ گیا اور اس کے ساتھ کوشش کی تو غسل واجب ہوگیا۔ (صحیح بخاری ۔کتاب الغسل ۔ باب اذا التقی الختانان) صحیح مسلم ۔باب بیان الغسل کی اس حدیث میں یہ الفاظ بھی وضاحت کے ساتھ موجود ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا (اِنْ لَمْ یَنْزِلْ) خواہ منی نہ نکلے، یعنی صرف جماع کرنے سے غسل واجب ہے خواہ منی نکلے یا نہ نکلے۔ امام بخاریؒ نے (صحیح بخاری) میں اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ مذکورہ بالا حدیث اس باب کی تمام احادیث میں عمدہ اور بہتر ہے اور ہم نے دوسری احادیث فقہاء کے اختلاف کے پیش نظر ذکر کی ہیں اور احتیاط اسی میں ہے کہ جماع کی صورت میں منی کے نہ نکلنے پر بھی غسل کیا جائے۔ غرضیکہ امام بخاریؒ نے بھی اسی رائے کو ترجیح دی ہے کہ صحبت میں منی نہ نکلنے پر بھی غسل کیا جائے۔ صحیح مسلم میں وارد حضور اکرم ﷺ کے قول (اِنْ لَمْ یَنْزِلْ) سے مسئلہ بالکل ہی واضح ہوجاتا ہے کہ جماع میں منی نہ نکلنے پر بھی غسل واجب ہوتا ہے۔

﴿نوٹ﴾ دونوں کی شرمگاہ کے صرف ملنے پر غسل واجب نہ ہوگا بلکہ مرد کی شرمگاہ کے اوپری حصہ کا عورت کی شرمگاہ میں داخل ہونا ضروری ہے جیسا کہ محدثین وفقہاء وعلماء نے حضور اکرم ﷺ کے دیگر اقوال کی روشنی میں اس حدیث کے ضمن میں تحریر کیا ہے۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر دو شرمگاہیں آپس میں مل جائیں تو غسل واجب

ہوجاتا ہے۔ (ترمذی ... ابواب الطہارۃ ..... باب ما جاء اذا التقی الختانان)
یہ حدیث ترمذی کے علاوہ متعدد کتب حدیث میں موجود ہے۔ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد تحریر فرمایا کہ صحابۂ کرام (جن میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں) کا یہی قول ہے۔ فقہاء وتابعین اور ان کے بعد علماء حضرت سفیان ثوریؒ، حضرت احمدؒ اور حضرت اسحاقؒ کا قول ہے کہ جب دو شرمگاہیں آپس میں مل جائیں تو غسل واجب ہوجاتا ہے۔

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب دو شرمگاہیں آپس میں مل جائیں اور حشفہ (مرد کی شرمگاہ کا اوپری حصہ) چھپ جائے تو غسل واجب ہوجاتا ہے۔ (مسند احمد، ابن ماجہ) ۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے امام طبرانیؒ نے حدیث کی کتاب (المعجم الاوسط) میں حدیث کے الفاظ اس طرح ذکر فرمائے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب دو شرمگاہیں آپس میں مل جائیں اور حشفہ (مرد کی شرمگاہ کا اوپری حصہ) چھپ جائے تو غسل واجب ہوجاتا ہے خواہ منی نکلے یا نہ نکلے۔

جن حضرات نے غسل کے واجب ہونے کے لئے منی کے نکلنے کو ضروری قرار دیا ہے، وہ عموماً صحیح مسلم میں وارد اس حدیث کو دلیل کے طور پر پیش فرماتے ہیں: (انما الماء من الماء) پانی پانی سے واجب ہوتا ہے، جس کا یہ مفہوم لیتے ہیں کہ غسل منی کے نکلنے کی وجہ سے واجب ہوتا ہے۔ امام مسلمؒ نے اس حدیث کے علاوہ بھی احادیث ذکر فرمائی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل کے لئے خروج منی ضروری ہے۔ مگر امام مسلمؒ نے ان تمام احادیث کو ذکر کرنے کے لئے جو اِس باب (Chapter) کا نام رکھا ہے وہ یہ ہے: (ابتدائے اسلام میں منی کے نکلے بغیر محض جماع سے غسل واجب نہ تھا مگر وہ حکم منسوخ ہوگیا اور اب صرف جماع سے غسل واجب ہے) امام مسلمؒ کے

اس باب کے یہ نام رکھنے سے مسئلہ خود ہی روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ ابتدائے اسلام میں غسل واجب نہ تھا بعد میں وہ حکم حضور اکرم ﷺ نے منسوخ کر کے ارشاد فرمادیا کہ منی نکلے یا نہ نکلے، صرف جماع سے ہی غسل واجب ہو جائے گا۔ امام مسلمؒ نے اس موقع پر یہ بھی تحریر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث دوسری حدیث کو منسوخ کر دیتی ہے جس طرح قرآن کی ایک آیت دوسری آیت سے منسوخ ہو جاتی ہے۔ صحیح مسلم کی سب سے زیادہ مشہور شرح لکھنے والے امام نوویؒ نے تحریر کیا ہے کہ امام مسلمؒ کا اس بات کو ذکر کرنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ پہلی احادیث منسوخ ہیں کیونکہ بعد کی احادیث میں صراحۃ موجود ہے کہ خواہ منی نکلے یا نہ نکلے، محض حشفہ اندر جانے سے مرد وعورت دونوں پر غسل واجب ہو جاتا ہے اور اسی پر اجماع امت ہے۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب سوال کیا گیا تو انہوں نے یہی فرمایا کہ مرد وعورت کی شرمگاہ کے ملنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے، میں اور حضور اکرم ﷺ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

امام ترمذیؒ نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے کہ ابتدائے اسلام میں منی کے نکلے بغیر محض جماع سے غسل واجب نہ تھا مگر وہ حکم منسوخ ہو گیا اور اب صرف جماع سے غسل واجب ہو جاتا ہے چنانچہ امام ترمذیؒ مشہور ومعروف صحابی اور کاتب وحی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ کا فرمان اپنی کتاب (ترمذی) میں ذکر فرماتے ہیں: (ابتدائے اسلام میں غسل اسی وقت فرض ہوتا تھا جب منی نکلے، یہ رخصت کے طور پر تھا، پھر اس سے منع کر دیا گیا، یعنی یہ حکم منسوخ ہو گیا)۔ امام ترمذیؒ تحریر کرتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور غسل کے واجب ہونے کے لئے ابتدائے اسلام میں منی کا نکلنا ضروری تھا، مگر بعد میں منسوخ ہو گیا۔ اسی طرح کئی صحابہ نے روایت کیا ہے۔ اکثر اہل علم کا اس پر عمل ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے جماع کرے تو میاں بیوی دونوں پر غسل واجب ہو جائے گا اگرچہ منی نہ نکلے۔ (ترمذی)

خلاصۂ بحث:

خلفائے راشدین، کاتب وحی حضرت ابی بن کعب، حضرت عائشہ، دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، محدثین وفقہاء وعلماء کے اقوال کی روشنی میں ذکر کیا گیا کہ ابتدائے اسلام میں منی کے نکلے بغیر محض جماع سے غسل واجب نہ تھا مگر وہ حکم منسوخ ہوگیا اور بعد میں صرف جماع سے بھی غسل واجب ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب یہ مسئلہ اٹھا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جلیل القدر صحابہ کو مشورہ کے لئے طلب کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ ازواج مطہرات (یعنی امہات المؤمنین) سے اس مسئلہ میں رجوع کیا جائے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رجوع کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ جب ختان ختان سے تجاوز کر جائے تو غسل واجب ہوجاتا ہے یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی تصدیق کی کہ غسل کے لئے صرف مرد کی شرمگاہ کا عورت کی شرمگاہ میں داخل ہونا کافی ہے، منی نکلنا ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ اسی کے مطابق فیصلہ کردیا گیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر اس کے خلاف میں نے کسی سے کچھ سنا تو اسے لوگوں کے لئے عبرت بنادوں گا۔ امام طحاویؒ (۲۳۹ھ۔۳۲۱ھ) نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔ سعودی عرب کے مشہور ومعروف عالم دین شیخ محمد بن صالح العثیمینؒ نے تحریر کیا کہا ہے کہ صرف جماع سے غسل واجب ہوجاتا ہے مگر بہت سارے لوگوں پر ہفتے اور مہینے گزر جاتے ہیں اور وہ اپنی بیوی سے بغیر انزال کے صحبت کرتے رہتے ہیں اور غسل نہیں کرتے۔ یہ انتہائی خطرناک بات ہے۔ انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کی حدود سے واقف ہو۔ انسان نے اگر صحبت کی تو غسل واجب ہوگیا خواہ منی نکلے یا نہ نکلے۔ (مجموع فتاوی ورسائل الشیخ عثیمینؒ باب الغسل ۲۱۷/۱۱)

(انما الماء من الماء) کا حکم منسوخ ہے:

جہاں تک حدیث (انما الماء من الماء) کا تعلق ہے تو یا تو یہ منسوخ ہے جیسا کہ رسول اللہ سے صحبت یافتہ وکاتب وحی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ کا فرمان ہے: (ابتداء اسلام میں غسل اسی وقت فرض ہوتا تھا جب منی نکلے، یہ رخصت کے طور پر تھا، پھر اس سے منع کردیا گیا یعنی یہ حکم منسوخ ہوگیا)۔حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا یہ قول امام ترمذیؒ نے ذکر فرما کر تحریر کیا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ یہ مسئلہ ایسا ہی ہے کہ ابتدائے اسلام میں آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضوٹوٹ جاتا تھا مگر بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا، پہلے حکم سے متعلق احادیث بھی کتب حدیث میں موجود ہیں مگر ان پر عمل نہیں ہے۔ بڑے بڑے محدثین مثلاً امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ اور امام نوویؒ نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ یہ حکم منسوخ ہوگیا ہے۔ یا یہ کہا جائے کہ اس حدیث کا تعلق احتلام سے ہے، یعنی اگر کسی شخص کو احتلام ہوجائے تو غسل واجب ہے۔اس صورت میں اس حدیث (انما الماء من الماء) کا مطلب ہوگا کہ پانی (غسل) پانی (احتلام) کی وجہ سے واجب ہے۔ یا یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ حدیث جماع کے لئے منسوخ ہوچکی ہے لیکن احتلام کے لئے اب بھی واجب العمل ہے۔اور ایسا بکثرت ہوتا ہے کہ ایک حدیث کے بعض جزئیات منسوخ اور بعض واجب العمل ہوں۔قرآن کریم کی بعض آیات کا حکم بھی منسوخ ہے لیکن اس کی تلاوت قیامت تک باقی رہی گی۔

مجھے اس مسئلہ میں بہت تعجب ہوتا ہے کہ ہمارے بعض بھائی جو حدیث کا علم بلند کرکے اس پر عمل کرنے کی دعوت تو دیتے ہیں لیکن اس مسئلہ میں باوجودیکہ احادیث میں ہی وضاحت موجود ہے کہ یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا بعد میں منسوخ ہوگیا لیکن ۱۴۰۰ سال کے بعد بھی اپنی غلطی پر مصر ہیں حالانکہ دلائل شرعیہ کی موجودگی کے باوجود احتیاط کا تقاضی بھی یہی ہے کہ غسل کو واجب قرار دیا جائے تاکہ انسان ناپاکی کی حالت میں ساری دنیا کا چکر نہ لگاتا پھرے اور اسی حال میں نماز نہ پڑھتا

رہے۔امام مسلمؒ نے اس بحث پر جو باب (Chapter) باندھا ہے وہ اس طرح ہے: (ابتدائے اسلام میں منی کے نکلے بغیر محض جماع سے غسل واجب نہ تھا مگر وہ حکم منسوخ ہو گیا اور اب صرف جماع سے غسل واجب ہے)۔امام مسلمؒ نے مسئلہ روز روشن کی طرح واضح کر دیا کہ ابتدائے اسلام میں غسل واجب نہ تھا، بعد میں وہ حکم (انما الماء من الماء) حضور اکرم ﷺ نے منسوخ کر کے ارشاد فرمادیا (اِنْ لَمْ یَنْزِلْ) منی نکلے یا نہ نکلے، صرف جماع سے غسل واجب ہو جائے گا۔ غرضیکہ محدثین کرام خاص کر امام بخاریؒ، امام مسلمؒ اور امام ترمذیؒ کی وضاحتوں سے یہ مسئلہ بالکل واضح ہو گیا۔امام نوویؒ جیسے محدث نے بھی یہی تحریر کیا ہے کہ جمہور صحابہ اور ان کے بعد کے علماء نے یہی کہا ہے کہ یہ حکم منسوخ ہے۔

سعودی عرب کے مشہور عالم شیخ محمد صالح المنجد صاحب سے جب مسئلہ مذکورہ میں رجوع کیا گیا تو جواب دیا کہ علماء کا اجماع ہے کہ جماع سے غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو اور انہوں نے دلیل کے طور پر صحیح بخاری وصحیح مسلم میں وارد اُس حدیث کا ذکر کیا جو میں نے جمہور علماء کے دلائل کے ضمن میں سب سے پہلے ذکر کی ہے۔اور فرمایا کہ (ریاض الصالحین کے مصنف اور مشہور محدث) امام نوویؒ نے تحریر کیا ہے کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ مرد کی شرمگاہ کے اوپری حصہ کے عورت کی شرمگاہ میں جاتے ہی غسل واجب ہو جائے گا خواہ منی نکلے یا نہ نکلے۔بعض صحابہ کا اس میں اختلاف تھا مگر بعد میں اجماع ہو گیا جیسا کہ ذکر کیا گیا۔اور شیخ محمد بن صالح العثیمینؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث منی نہ نکلنے پر بھی جماع سے غسل کے واجب ہونے میں صریح ہے اور جو حضرات جماع میں انزال نہ ہونے پر غسل نہیں کرتے وہ غلطی پر ہیں۔ نیز سعودی عرب کی لجنہ دائمہ کے فتاوی (۵/۳۱۴) میں وارد ہے کہ عورت کی شرمگاہ میں مرد کی شرمگاہ کے اوپری حصہ کے داخل ہونے پر غسل واجب ہو جائے گا خواہ انزال ہو یا نہ۔

موزوں اور جُرّابوں پر مسح کرنے کا حکم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم (سورۃ المائدہ ٦) میں ارشاد فرمایا: يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ. اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے چہرے کو اور کہنیوں تک اپنے ہاتھوں کو دھولو، اپنے سر کا مسح کرلو، اور اپنے پاؤں (بھی) ٹخنوں تک دھولو۔

وضو کے فرائض: اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ نماز پڑھنے سے قبل وضو کرلیا کرو جس میں چار چیزیں ضروری ہیں، جن کے بغیر وضو ہو ہی نہیں سکتا۔

١) پورے چہرہ کا دھونا۔

٢) دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا۔

٣) سر کا مسح کرنا۔

٤) دونوں پیر ٹخنوں سمیت دھونا۔

اہل وسنت والجماعت کے تمام مفسرین ومحدثین وفقہاء وعلماء کرام نے اس آیت ودیگر متواتر احادیث کی روشنی میں تحریر فرمایا ہے کہ وضو میں پیروں کا دھونا ہی شرط ہے، سر کے مسح کی طرح پیروں کا مسح کرنا کافی نہیں ہے۔ لیکن متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بعض مرتبہ پیر دھونے کے بجائے چمڑے کے موزوں پر مسح بھی کیا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں وضاحت کے ساتھ پیروں کے دھونے کا ذکر آیا ہے، میں اُس وقت تک موزوں (چمڑے کے) پر مسح کا قائل نہیں ہوا جب تک نبی اکرم ﷺ کا عمل متواتر احادیث سے میرے پاس نہیں پہنچ گیا۔

غرضیکہ قرآن کریم میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ وضو کے صحیح ہونے کے لئے دونوں پیروں کا

دھونا شرط ہے۔لیکن اگر کوئی شخص وضو کرنے کے بعد (چمڑے کے) موزے پہن لے تو مقیم ایک دن وایک رات تک اور مسافر تین دن وتین رات تک وضو میں پیروں کو دھونے کے بجائے (چمڑے کے) موزوں کے اوپری حصہ پر مسح کرسکتا ہے، جیسا کہ متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ اگر کوئی شخص چمڑے کے بجائے سوت یا اون یا نایلون کے موزے پہنے ہوئے ہے تو جمہور فقہاء وعلماء کی رائے ہے کہ ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہے بلکہ پیروں کا دھونا ہی ضروری ہے۔اس مسئلہ کو سمجھنے سے قبل موزوں کے اقسام کو سمجھیں:

☆ اگر موزے صرف چمڑے کے ہوں تو اُنہیں **خُفَّین** کہا جاتا ہے۔

☆ اگر کپڑے کے موزے کے دونوں طرف یعنی اوپر و نیچے چمڑا بھی لگا ہوا ہے تو اسے **مُجَلّدین** کہتے ہیں۔

☆ اگر موزے کے صرف نچلے حصہ میں چمڑا لگا ہوا ہے تو اسے **مُنَعَّلین** کہتے ہیں۔

☆ **جَوْرَب**: سوت یا اون یا نایلون کے موزوں کو کہا جاتا ہے، اِن کو **جُرَّاب** بھی کہتے ہیں۔

موزے کی ابتدائی تینوں قسموں پر مسح کرنا جائز ہے، لیکن جمہور فقہاء وعلماء نے احادیث نبویہ کی روشنی میں تحریر کیا ہے کہ جراب یعنی سوت یا اون یا نایلون کے موزوں پر مسح کرنا اسی وقت جائز ہوگا جب ان میں ثخین (یعنی موٹا ہونے) کی شرائط پائی جاتی ہوں، یعنی وہ ایسے سخت اور موٹے کپڑوں کے بنے ہوں کہ اگر ان پر پانی ڈالا جائے تو پاؤں تک نہ پہنچے۔معلوم ہوا کہ سوت یا اون یا نایلون کے موزوں (جیسا کہ موجودہ زمانے میں عموماً پائے جاتے ہیں) پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

ہندو پاک کے علماء حتی کہ اہل حدیث علماء نے بھی یہی تحریر فرمایا ہے کہ عام نایلون کے موزوں پر جیسا کہ عموماً موجودہ زمانے میں موزے استعمال کئے جاتے ہیں مسح کرنا جائز نہیں ہے۔مگر کچھ لوگوں کو دیکھ کر ہم نے بھی عام موزوں پر مسح کرنا شروع کر دیا ہے خواہ موزوں پر مسح کرنے کے

مسائل سے واقف ہیں یا نہیں۔

ہندو پاک کے علماء نے (جو مختلف فیہ مسائل میں ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے مشہور تابعی وفقیہ حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کی رائے کو اختیار کرتے ہیں) وضاحت کے ساتھ تحریر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صراحت کے ساتھ قرآن کریم میں فرمادیا کہ وضو میں پیروں کا دھونا ضروری ہے۔ جہاں تک موزوں پر مسح کرنے کا تعلق ہے تو صرف انہیں موزوں پر مسح کرنے کی گنجائش ہوگی جن پر حضور اکرم ﷺ نے مسح کیا ہو یا مسح کرنے کی تعلیم دی ہو اور وہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہوں۔ کسی شک وشبہ والے قول یا خبر آحاد کو قرآن کریم کے واضح حکم کے مقابلہ میں قبول نہیں کیا جائے گا۔ جراب (سوت یا اون یا نایلون کے موزوں) پر مسح کرنے کی کوئی دلیل کتب حدیث میں موجود نہیں ہے۔

مشہور اہل حدیث عالم مولانا محمد عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ نے ترمذی کی مشہور شرح (تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی) میں باب ما جاء فی المسح علی الجوربین والنعلین کے تحت اس موضوع پر جو تفصیلی بحث فرمائی ہے اس کا خلاصۂ کلام یہ ہے: جرابوں (جیسا کہ آجکل موزے استعمال ہوتے ہیں) پر مسح کی کوئی دلیل نہیں ہے، نہ تو قرآن کریم سے نہ سنت سے نہ اجماع سے اور نہ قیاس صحیح سے۔ (چمڑے کے) موزوں پر مسح کی بابت بہت سی احادیث منقول ہیں جن کے صحیح ہونے پر علماء کا اجماع ہے۔ متواتر احادیث کی وجہ سے ظاہر قرآن کو چھوڑ کر ان پر بھی عمل کیا گیا۔ جب کہ جرابوں (جیسا کہ آجکل موزے استعمال ہوتے ہیں) پر مسح کی بابت جو روایات منقول ہیں ان پر بہت زیادہ تنقیدیں ہوئی ہیں، پس اس قسم کی ضعیف روایات کی وجہ سے ظاہر قرآن کو کیونکر چھوڑا جاسکتا ہے۔ صحابۂ کرام کے موزوں کی طرح کی جرابوں پر آج کل کی باریک جرابوں کو قیاس کرنا قطعاً درست نہیں۔ ہاں اگر آج بھی موزوں کی طرح کی جرابوں کو کوئی استعمال کرتا ہے تو ان پر مسح کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (تحفۃ الاحوذی)

مشہور اہل حدیث عالم شیخ نذیر حسین دہلویؒ سے پوچھا گیا کہ اونی اور سوتی جرابوں پر مسح جائز ہے یا نہیں ہے؟ وہ جواب میں تحریر کرتے ہیں کہ مذکورہ جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے کیونکہ اس کی کوئی صحیح دلیل قرآن وسنت میں نہیں ملتی اور مجوزین نے جن چیزوں سے استدلال کیا ہے اس میں خدشات ہیں، پھر خدشات کا ذکر فرما کر تحریر کیا کہ جرابوں پر مسح جائز ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ (فتاوی نذیریہ)

نماز ایمان کے بعد اسلام کا سب سے اہم وبنیادی رکن ہے، قرآن کریم کی سینکڑوں آیات میں نماز پڑھنے کی تاکید وارد ہوئی ہے اور پوری امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ وضو کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ وضو میں پیروں کے دھونے کا ذکر آیا ہے لہذا صرف اُن ہی شرائط کے ساتھ اور اُن ہی موزوں پر مسح کرنا جائز ہوگا جن کا ثبوت احادیث صحیحہ سے ملتا ہے۔ جراب یعنی آجکل کے عام موزوں پر مسح کرنے کا کوئی ثبوت احادیث صحیحہ میں نہیں ملتا۔ لہذا آجکل کے عام موزوں پر مسح نہ کریں، ہاں اگر مسح کرنے کا ارادہ ہے تو چمڑے کے موزوں کا استعمال کریں، ورنہ پیروں کو دھوئیں تا کہ حضور اکرم ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی نمازیں صحیح طریقہ پر ادا ہوں۔

قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ کرنا منع ھے

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِذَا اَتَیْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا بِبَوْلٍ وَلَا غَائِطٍ وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا قَالَ اَبُو اَيُّوب فَقَدِمْنَا الشَّامَ فَوَجَدْنَا مَرَاحِيْضَ قَدْ بُنِيَتْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ فَنَنْحَرِفُ عَنْهَا وَنَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ. جب تم بیت الخلاء جاؤ تو پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف نہ رخ کرو اور نہ پیٹھ کرو، البتہ مشرق یا مغرب کی طرف رخ کرلو۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ملک شام آئے تو ہم نے بیت الخلاء قبلہ کی طرف رخ بنے ہوئے پائے، ہم تو اپنا رخ تبدیل کرلیتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرلیتے تھے۔ (صحیح بخاری ۔ کتاب الصلاۃ ۔ ابواب استقبال القبلۃ صحیح مسلم ۔ کتاب الطہارۃ ۔ باب اِذَا اَتَیْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا واللفظ لمسلم) یہ حدیث بخاری ومسلم کے علاوہ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوداود، موطا مالک، مسند احمد، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان اور سنن الدارمی وغیرہ کتب حدیث میں بھی موجود ہے۔ غرضیکہ حدیث کی کوئی مشہور ومعروف کتاب ایسی موجود نہیں ہے جس میں یہ حدیث مذکور نہ ہو۔ یہ حدیث باتفاق محدثین اس باب کی سب سے مضبوط اور مستند حدیث ہے۔

نوٹ: قضائے حاجت کے لئے اس حدیث میں مشرق یا مغرب کی طرف رخ کرنے کا حکم آیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد مدینہ منورہ کے رہنے والوں کے لئے تھا کیونکہ مدینہ منورہ کے جنوب میں مکہ مکرمہ واقع ہے، اس لئے وہاں قبلہ کی طرف رخ یا پشت شمال یا جنوب کی طرف بنتا ہے، جبکہ ہندوپاک کے رہنے والوں کے لئے مشرق یا مغرب۔ لہٰذا برصغیر اور اسی طرح ریاض شہر میں قضائے حاجت کے وقت شمال یا جنوب کی طرف رخ کیا جائے گا۔

اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے ایک عمومی حکم بیان فرمایا ہے اور آبادی وصحراء کی کوئی تفریق نہیں کی ہے اس لئے فقہاء وعلماء کی ایک بڑی جماعت (جس میں حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوایوب انصاریؓ، حضرت سراقہ بن مالکؓ، حضرت مجاہدؒ، حضرت ابراہیم نخعیؒ، حضرت عطاءؒ، امام اوزاعیؒ، حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ وغیرہ ہیں) نے فرمایا ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ کرنا ناجائز ہے، خواہ گھر کے اندر بنے بیت الخلاء میں پیشاب یا پاخانہ کررہے ہوں یا کسی جنگل وبیابان میں۔ ہندوپاک کے جمہور علماء (جو ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے شیخ نعمان بن ثابت یعنی امام ابوحنیفہؒ کی قرآن حدیث پر مبنی رائے کو ترجیح دیتے ہیں) نے بھی یہی کہا ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ کرنا ناجائز ہے۔ علماء کرام کی ایک دوسری جماعت نے کہا ہے کہ ہمیں حضور اکرم ﷺ کی مذکورہ تعلیمات کے پیش نظر حتی الامکان قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ نہیں کرنی چاہئے خواہ گھر کے اندر بنے بیت الخلاء میں پیشاب یا پاخانہ کررہے ہوں یا کسی جنگل وبیابان میں، لیکن ترمذی میں وارد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت (میں ایک روز حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر چڑھا تو نبی اکرم ﷺ کو قضاء حاجت کرتے دیکھا کہ آپ ملک شام کی طرف رخ کرکے اور کعبہ کی طرف پیٹھ کرکے قضاء حاجت کررہے تھے) کی بناء پر آبادی میں گنجائش ہے، صحراء میں جائز نہیں۔ اسی طرح بعض حضرات نے فرمایا کہ قبلہ کی طرف رخ کرکے قضاء حاجت کرنا تو جائز نہیں البتہ پیٹھ کرکے قضاء حاجت کرنے کی گنجائش ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ایک قانون کی حیثیت رکھتی ہے اس کے مقابلہ میں دوسری روایات وواقعات جزئیات کے درجہ میں ہیں۔ لہٰذا بخاری ومسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوداود، موطا مالک، مسند احمد، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان اور سنن الدارمی وغیرہ میں وارد حضرت

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ہی عمل کیا جائے گا کیونکہ اس میں ضابطہ کلیہ بیان کیا گیا ہے، دیگر واقعات میں تاویل وتوجیہ کی جائے گی۔ نیز حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث قولی ہے یعنی اس میں حضور اکرم ﷺ کے قول کو بیان کیا گیا ہے اور یہ مسلمہ اصول ہے کہ ظاہری تعارض کے وقت قولی حدیث کو ترجیح دی جائے گی۔ جہاں تک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کا تعلق ہے تو اس میں کئی احتمالات ہیں، مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے قصداً آپ ﷺ کو نہیں دیکھا تھا بلکہ اتفاقاً آپ پر نظر پڑ گئی تھی، جس کی وجہ سے غلطی کا بھی امکان ہے۔ اس روایت کے علاوہ دیگر روایات سے بھی استدلال کیا گیا ہے مگر وہ تمام روایات حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے سند کے اعتبار سے کمزور ہیں اور مفہوم کے اعتبار سے بھی مختلف احتمالات لئے ہوئے ہیں۔

خلاصۂ کلام: پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ ہمیں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ کرنے سے حتی الامکان بچنا چاہئے اور گھر میں بیت الخلاء بناتے وقت اس کا اہتمام کرنا چاہئے کہ قضاء حاجت کے وقت ہمارا رخ یا پیٹھ قبلہ کی طرف نہ ہو۔ اگر بیت الخلاء پہلے سے اس طرح بنے ہوئے ہیں کہ قضاء حاجت کے وقت رخ یا پیٹھ قبلہ کی طرف ہوتا ہے تو بیت الخلاء میں لگی ہوئی سیٹ کا رخ تبدیل کرنا چاہئے اور جب تک تبدیل نہیں کر سکتے ہیں تو سیٹ پر اس طرح بیٹھیں کہ رخ یا پیٹھ کسی حد تک قبلہ کی طرف سے ہٹ جائے۔ یاد رکھیں کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وارد حضور اکرم ﷺ کے فرمان کی روشنی میں فقہاء وعلماء کی ایک بڑی جماعت کے نزدیک جس میں حضرت امام ابوحنیفہؒ بھی ہیں، قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ کرنا جائز نہیں ہے، خواہ گھر کے اندر بنے بیت الخلاء میں پیشاب یا پاخانہ کر رہے ہوں یا کسی جنگل وبیابان میں اور یہی قول احتیاط پر مبنی ہے۔

ذی الحجہ کا پہلا عشرہ
اور قربانی کے احکام ومسائل

ماہِ ذی الحجہ کا پہلا عشرہ:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم (سورۃ الفجر آیت نمبر۲) میں ذی الحجہ کی دس راتوں کی قسم کھائی ہے (وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ) جس سے معلوم ہوا کہ ماہ ذی الحجہ کا ابتدائی عشرہ اسلام میں خاص اہمیت کا حامل ہے۔ حج کا اہم رکن: وقوف عرفہ اسی عشرہ میں ادا کیا جاتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے خاص فضل وکرم کو حاصل کرنے کا دن ہے۔ غرض رمضان کے بعد ان ایام میں اخروی کامیابی حاصل کرنے کا بہترین موقع ہے۔ لہذا ان میں زیادہ سے زیادہ اللہ کی عبادت کریں، اللہ کا ذکر کریں، روزہ رکھیں، قربانی کریں۔ احادیث میں ان ایام میں عبادت کرنے کے خصوصی فضائل وارد ہوئے ہیں جن میں سے چند احادیث ذکر کر رہا ہوں:

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں نیک عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں ان دس دنوں کے عمل سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو۔ (صحیح بخاری)

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک عشرۂ ذی الحجہ سے زیادہ عظمت والے دوسرے کوئی دن نہیں ہیں، لہذا تم ان دنوں میں تسبیح وتہلیل اور تکبیر وتحمید کثرت سے کیا کرو۔ (طبرانی) ان ایام میں ہر شخص کو تکبیر تشریق پڑھنے کا خاص اہتمام کرنا چاہیے، تکبیر تشریق کے کلمات یہ ہیں: اَللّٰهُ اَكْبَرُ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ. لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. وَاللّٰهُ اَكْبَر. اللّٰهُ اَكْبَر. وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

عرفہ کے دن کا روزہ: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عرفہ کے دن کے روزے کے متعلق میں اللہ تعالیٰ سے پختہ امید رکھتا ہوں کہ وہ اس کی وجہ سے ایک سال پہلے اور ایک سال

بعد کے گناہوں کو معاف فرمادیں گے۔(صحیح مسلم) مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ عرفہ کے دن کا ایک روزہ ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کی معافی کا سبب بنتا ہے۔ لہٰذا ۹ ذی الحجہ کے دن روزہ رکھنے کا اہتمام کریں۔

وضاحت: اختلاف مطالع کے سبب مختلف ملکوں میں عرفہ کا دن الگ الگ دنوں میں ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں، کیونکہ یوم عید الفطر، یوم عید الاضحیٰ، شب قدر اور یوم عاشورہ کے مثل ہر جگہ کے اعتبار سے جو دن عرفہ کا قرار پائے گا اُس جگہ اُسی دن میں عرفہ کے روزہ رکھنے کی فضیلت حاصل ہو گی ان شاء اللہ۔

قربانی کی حقیقت:

قربانی کا عمل اگرچہ ہر امت کے لئے رہا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم نے ہر امت کے لئے قربانی مقرر کی تاکہ وہ چوپائیوں کے مخصوص جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے۔(سورۃ الحج ۳۴) لیکن حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی اہم وعظیم قربانی کی وجہ سے قربانی کو سنت ابراہیمی کہا جاتا ہے اور اسی وقت سے اس کو خصوصی اہمیت حاصل ہوگئی۔ چنانچہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی عظیم قربانی کی یاد میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر حضور اکرم ﷺ کی اتباع میں جانوروں کی قربانی کی جاتی ہے جو قیامت تک جاری رہے گی ان شاء اللہ۔ اس قربانی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں اپنی جان ومال ووقت ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سو اونٹوں کی قربانی پیش فرمائی تھی جس میں سے ۶۳ اونٹ کی قربانی آپ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے کی تھی اور بقیہ ۳۷ اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نحر (یعنی ذبح) فرمائے۔(صحیح مسلم ۔ حجۃ النبی ﷺ) یہ حضور اکرم ﷺ کے ارشاد

(ذی الحجہ کی ۱۰ تاریخ کو کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے بڑھ کر محبوب اور پسندیدہ نہیں) کا عملی اظہار ہے اور اس عمل میں اُن حضرات کا بھی جواب ہے جو مغربی تہذیب سے متاثر ہوکر کہہ دیتے ہیں کہ جانوروں کی قربانی کے بجائے غریبوں کو پیسے تقسیم کردئے جائیں۔ اسلام نے جتنا غریبوں کا خیال رکھا ہے اس کی کوئی مثال کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی، بلکہ انسانیت کو غریبوں اور کمزوروں کے درد کا احساس شریعت اسلامیہ نے ہی سب سے پہلے دلایا ہے۔ غرباء ومساکین کا ہر وقت خیال رکھتے ہوئے شریعت اسلامیہ ہم سے مطالبہ کرتی ہے کہ ہم عیدالاضحیٰ کے ایام میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی عظیم قربانی کی یاد میں اپنے نبی اکرم ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں، جیسا کہ ساری انسانیت کے نبی حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی کام میں مال خرچ کیا جائے تو وہ عیدالاضحیٰ کے دن قربانی میں خرچ کئے جانے والے مال سے زیادہ فضیلت نہیں رکھتا۔ (سنن دارقطنی، سنن کبری للبیہقی)

اِن دِنوں بعض حضرات نے باوجویکہ انہوں نے قربانی کے سنت مؤکدہ اور اسلامی شعار کا موقف اختیار کیا ہے ۱۴۰۰ سال سے جاری وساری سلسلہ کے خلاف اپنے اقوال وافعال سے گویا یہ تبلیغ کرنی شروع کردی ہے کہ ایک قربانی پورے خاندان کے لئے کافی ہے اور قربانی کم سے کم کی جائے جو سراسر قرآن وحدیث کی روح کے خلاف ہے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال کی روشنی میں امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ ان ایام میں زیادہ سے زیادہ قربانی کرنی چاہئے۔

دیگر اعمال صالحہ کی طرح قربانی میں بھی مطلوب ومقصود رضاء الٰہی ہونی چاہئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میری نماز، میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا سب اللہ کی رضامندی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ (سورۃ الانعام ۱۶۲) نیز اللہ جلّ شانہ کا فرمان ہے: اللہ کو نہ اُن کا گوشت پہنچتا ہے نہ اُن کا خون، لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ (سورۃ الحج ۳۷)

قربانی کی اہمیت وفضیلت:

☆ حضور اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں دس سال قیام فرمایا (اس قیام کے دوران) آپ ﷺ قربانی کرتے رہے۔ (ترمذی ۔ابواب الاضاحی) غرضیکہ حضور اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کے قیام کے دوران ایک مرتبہ بھی قربانی ترک نہیں کی باوجودیکہ آپ ﷺ کے گھر میں بوجہ قلت طعام کئی کئی مہینے چولہا نہیں جلتا تھا۔

☆ ایک مرتبہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا، یارسول اللہ! یہ قربانی کیا ہے؟ (یعنی قربانی کی حیثیت کیا ہے؟) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت (اور طریقہ) ہے۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا: ہمیں قربانی سے کیا فائدہ ہوگا؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اون کے بدلے میں کیا ملے گا؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اون کے ہر بال کے بدلے میں (بھی) نیکی ملے گی۔ (سنن ابن ماجہ۔ باب ثواب الاضحیہ)

☆ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ذی الحجہ کی ۱۰ تاریخ کو کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے بڑھ کر محبوب اور پسندیدہ نہیں اور قیامت کے دن قربانی کرنے والا اپنے جانور کے بالوں، سینگوں اور کھروں کو لے کر آئے گا (اور یہ چیزیں اجر وثواب کا سبب بنیں گی) اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرف قبولیت حاصل کر لیتا ہے، لہذا تم خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔ (ترمذی۔ باب ماجاء فی فضل الاضحیہ)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی کام میں مال خرچ کیا جائے تو وہ عید الاضحیٰ کے دن قربانی میں خرچ کئے جانے والے مال سے زیادہ فضیلت نہیں رکھتا۔ (سنن دار قطنی باب الذبائح، سنن کبری للبیہقی ج ۹ ص ۲۶۱)

قربانی واجب ہے: قربانی کوواجب یا سنت مؤکدہ قرار دینے میں زمانۂ قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے، مگر پوری امت مسلمہ متفق ہے کہ قربانی ایک اسلامی شعار ہے اور جوشخص قربانی کرسکتا ہے اس کو قربانی کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرنی چاہئے خواہ اس کو واجب کہیں یا سنت مؤکدہ یا اسلامی شعار۔ حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں ہمیشہ قربانی کیا کرتے تھے باوجودیکہ آپ ﷺ کے گھر میں اشیاء خوردنی نہ ہونے کی وجہ سے کئی کئی مہینے تک چولہا نہیں جلتا تھا۔ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے حضرت امام ابوحنیفہؒ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں قربانی کو واجب قرار دیا ہے، حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمد ابن حنبلؒ کی ایک روایت بھی قربانی کے وجوب کی ہے۔ ہندوپاک کے جمہور علماء نے بھی وجوب کے قول کو اختیار کیا ہے، کیونکہ یہی قول احتیاط پر مبنی ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی قربانی کے وجوب کے قول کو اختیار کیا ہے۔ قربانی کے وجوب کے لئے متعدد دلائل میں سے چند پیش خدمت ہیں:

۱) اللہ تعالیٰ قرآن کریم (سورۃ الکوثر) میں ارشاد فرماتا ہے: فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔ اس آیت میں قربانی کرنے کا امر (یعنی حکم) دیا جارہا ہے اور امر عموماً وجوب کے لئے ہوا کرتا ہے جیسا کہ مفسرین کرام نے اس آیت کی تفسیر میں تحریر کیا ہے۔ علامہ ابوبکر جصاصؒ (ولادت ۳۰۵ھ) اپنی کتاب (احکام القرآن) میں تحریر کرتے ہیں: حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت (فَصَلِّ لِرَبِّکَ) میں جو نماز کا ذکر ہے اس سے عید کی نماز مراد ہے اور (وَانْحَرْ) سے قربانی مراد ہے۔ مفسر قرآن شیخ ابوبکر جصاصؒ فرماتے ہیں کہ اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں: ۱) عید کی نماز واجب ہے۔ ۲) قربانی واجب ہے۔

۲) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو قربانی کی وسعت حاصل ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ بھٹکے۔ (سنن ابن ماجہ۔ باب الاضاحی ہی واجبہ ام لا، مسند احمد ج ۲

ص ۳۲۱، السنن الکبری ج۹ ص ۲۶۰ کتاب الضحایا) وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر آپ ﷺ نے سخت وعید ارشاد فرمائی اور اس نوعیت کی سخت وعید واجب کے چھوڑنے پر ہی ہوتی ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ قربانی کرنا واجب ہے۔

۳) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے عید کی نماز سے پہلے (قربانی کا جانور) ذبح کر دیا تو اسے چاہیئے کہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے اور جس نے (عید کی نماز سے پہلے) ذبح نہیں کیا تو اسے چاہیئے کہ وہ (عید کی نماز کے) بعد ذبح کرے۔ (صحیح بخاری۔ باب من ذبح قبل الصلاۃ اعاد) حضور اکرم ﷺ نے عیدالاضحیٰ کی نماز سے قبل جانور ذبح کرنے پر دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا حالانکہ اُس زمانہ میں صحابۂ کرام کے پاس مالی وسعت نہیں تھی۔ یہ قربانی کے وجوب کی واضح دلیل ہے۔

قربانی کس پر واجب ھے: ہر صاحب حیثیت کو قربانی کرنی چاہیئے جیسا کہ حدیث میں گزرا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو قربانی کی وسعت حاصل ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔ حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ قربانی کے وجوب کے لئے صاحب وسعت ہونا ضروری ہے۔ البتہ مسافر پر قربانی واجب نہیں، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسافر پر قربانی واجب نہیں۔ (المحلی بالآثار لابن حزم ج ۶ ص ۳۷)

قربانی کے جانور: بھیڑ، بکری، گائے، بھینس اور اونٹ (نر و مادہ) قربانی کے لئے ذبح کئے جاسکتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: آٹھ جانور ہیں دو بھیڑوں میں سے اور دو بکریوں میں سے، دو اونٹوں میں سے اور دو گائیوں میں سے۔ (سورۃ الانعام ۱۴۳ و ۱۴۴)

قربانی کے جانوروں میں بھینس بھی داخل ہے کیونکہ یہ بھی گائے کی ایک قسم ہے، لہٰذا بھینس کی قربانی

بھی جائز ہے۔ امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ بھینس کا حکم گائے والا ہے۔ (کتاب الاجماع لابن منذر ص ۳۷) حضرت حسن بصریؒ (متوفی ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں کہ بھینس گائے کے درجہ میں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۶۵) حضرت امام سفیان ثوریؒ (متوفی ۱۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ بھینسوں کو گائے کے ساتھ شمار کیا جائے گا۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۳) حضرت امام مالکؒ (متوفی ۱۷۹ھ) فرماتے ہیں کہ بھینس گائے ہی ہے (یعنی گائے کے حکم میں ہے) (موطا مالک باب ماجاء فی صدقہ الفطر) ہندوپاک کے جمہور علماء کی بھی یہی رائے ہے کہ بھینس گائے کے حکم میں ہے۔ سعودی عرب کے مشہور عالم شیخ محمد بن عثیمینؒ نے بھی بھینس کو گائے کے حکم میں شامل کیا ہے۔ بھینس عربوں میں نہیں پائی جاتی ہے، اس لئے اس کا ذکر قرآن کریم میں وضاحت سے نہیں ہے۔ (مجموع فتاوی ورسائل شیخ ابن عثیمینؒ ۲۵/۳۴) موسوعہ فقہیہ کویتیہ میں میں یہی مذکور ہے کہ بھینس گائے کے حکم میں ہے۔

جانور کی عمر: قربانی کے جانوروں میں بھیڑ اور بکرا بکری ایک سال، گائے اور بھینس دو سال اور اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے، البتہ وہ بھیڑ اور دنبہ جو دیکھنے میں ایک سال کا لگتا ہو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔

قربانی کے جانور میں شرکاء کی تعداد: اگر قربانی کا جانور بکرا، بکری، بھیڑ یا دنبہ ہے تو وہ صرف ایک آدمی کی طرف سے کفایت کرتی ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بکری ایک آدمی کی طرف سے ہوتی ہے۔ (اعلاء السنن۔ باب ان البدنہ عن سبعۃ)

اگر قربانی کا جانور اونٹ، گائے یا بھینس ہے تو اس میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ حج کا احرام باندھ کر نکلے تو آپ ﷺ نے

حکم دیا کہ ہم اونٹ اور گائے میں سات سات (آدمی) شریک ہوجائیں۔ (صحیح مسلم۔ باب جواز الاشتراک الخ.) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حدیبیہ والے سال حضور اکرم ﷺ کے ساتھ قربانی کی۔ چنانچہ اونٹ سات آدمیوں کی طرف اور گائے بھی سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کی۔ (صحیح مسلم۔ باب جواز الاشتراک الخ.)

وضاحت: حجۃ الوداع اور صلح حدیبیہ کے موقع پر اونٹ اور گائے میں سات سات آدمی شریک ہوئے تھے، اس پر قیاس کر کے علماء امت نے فرمایا ہے کہ عید الاضحیٰ کی قربانی میں بھی اونٹ اور گائے میں سات سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں۔

قربانی کے ایام: قربانی کے تین ایام ہیں ۱۰، ۱۱ و ۱۲ ذی الحجہ۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قرآن کی آیت (وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایام معلومات سے مراد یوم النحر (۱۰ ذی الحجہ) اور اس کے بعد دو دن ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم الرازی ج ۶ ص ۲۶۱)

☆ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص قربانی کرے تو تیسرے دن کے بعد اس کے گھر میں قربانی کے گوشت میں سے کچھ نہیں بچنا چاہئے۔ (صحیح بخاری۔ باب مایؤکل من لحوم الاضاحی) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کے دن تین ہی ہیں، اس لئے کہ جب چوتھے دن قربانی کا بچا ہوا گوشت رکھنے کی اجازت نہیں تو پورا جانور قربان کرنے کی اجازت کہاں سے ہوگی؟

وضاحت: تین دن کے بعد قربانی کا گوشت رکھنے کی ممانعت ابتداء اسلام میں تھی بعد میں اجازت دے دی گئی کہ اسے تین دن بعد بھی رکھا جاسکتا ہے۔ (مستدرک حاکم ج ۴ ص ۲۵۹) اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ جب تین دن کے بعد گوشت رکھنے کی اجازت مل گئی تو تین دن کے بعد قربانی بھی کی

جاسکتی ہے،اس لئے کہ گوشت تو پورے سال بھی رکھا جاسکتا ہےتو کیا قربانی کی اجازت بھی سارے سال ہوگی؟ ہرگز نہیں۔تین دن کے بعد قربانی کی اجازت نہ پہلے تھی اور نہ اب ہے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے کہ قربانی کے دن تین ہی ہیں۔(موطا مالک۔ کتاب الضحایا)

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قربانی کے دن ۱۰ ذی الحجہ اور اس کے بعد کے دو دن ہیں، البتہ یوم النحر (۱۰ ذی الحجہ) کو قربانی کرنا افضل ہے۔(احکام القرآن للطحاوی ج ۲ ص ۲۰۵)

وضاحت: بعض علماء کرام نے مسند احمد میں وارد حدیث (كُلُّ اَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذِبْحٌ) کی بنیاد پر فرمایا کہ اگر کوئی شخص ۱۲ ذی الحجہ تک قربانی نہیں کرسکا تو ۱۳ ذی الحجہ کو بھی قربانی کی جاسکتی ہے۔لیکن حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں فرمایا ہے کہ قربانی صرف تین دن کی جاسکتی ہے۔حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے خود اپنی کتاب میں وارد حدیث کے متعلق وضاحت کردی ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔نیز اصول حدیث ہے کہ ضعیف حدیث سے حکم ثابت نہیں ہوسکتا ہے۔حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے تحریر کیا ہے کہ متعدد صحابۂ کرام مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی بھی یہی رائے تھی۔ احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے کہ قربانی کو صرف تین دن تک محدود رکھا جائے کیونکہ حضور اکرم ﷺ یا کسی ایک صحابی سے ۱۳ ذی الحجہ کو قربانی کرنا ثابت نہیں ہے۔

قربانی کرنے والا ناخن اور بال نہ کاٹے یا کٹوائے:

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہوجائے اور تم میں سے جو قربانی کرنے کا ارادہ کرے تو وہ اپنے بال اور ناخن نہ

کاٹے۔(مسلم) اس حدیث اور دیگر احادیث کی روشنی میں قربانی کرنے والوں کے لئے مستحب ہے کہ ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد قربانی کرنے تک جسم کے کسی حصے کے بال اور ناخن نہ کاٹیں۔ لہٰذا اگر بال یا ناخن وغیرہ کاٹنے کی ضرورت ہو تو ذی القعدہ کے آخر میں فارغ ہوجائیں۔

قربانی کی تاریخ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دکھایا گیا کہ وہ اپنے بیٹے (اسماعیل علیہ السلام) کو ذبح کررہے ہیں۔ نبی کا خواب سچا ہوا کرتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین سے مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ جب باپ نے بیٹے کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمھیں ذبح کرنے کا حکم دیا ہے تو فرمانبردار بیٹے اسماعیل علیہ السلام کا جواب تھا: يَآ اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤمَرُ سَتَجِدُنِي اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ (سورۃ الصّٰفٰت ۱۰۲) ابا جان! جو کچھ آپ کو حکم دیا جارہا ہے، اسے کرڈالئے۔ ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ بیٹے کے اس جواب کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو جب مکہ مکرمہ سے ذبح کرنے کے لئے لے کر چلے تو شیطان نے منیٰ میں تین جگہوں پر انہیں بہکانے کی کوشش کی، جس پر انہوں نے سات سات کنکریاں اس کو ماریں جس کی وجہ سے وہ زمین میں دھنس گیا۔ آخر کار رضاء الٰہی کی خاطر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دل کے ٹکڑے کو منہ کے بل زمین پر لٹا دیا، چھری تیز کی، آنکھوں پر پٹی باندھی اور اُس وقت تک چھری اپنے بیٹے کے گلے پر چلاتے رہے جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ صدا نہ آ گئی۔ وَنَادَيْنَاهُ اَن يَّا اِبْرَاهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (سورۃ الصّٰفٰت ۱۰۴۔۱۰۵) اے ابراہیم! تو نے خواب سچ کر دکھایا، ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ جنت سے

ایک مینڈھا بھیج دیا گیا جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کردیا۔ وَفَدَیْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ (سورۃ الصٰفٰت ۱۰۷) اس واقعہ کے بعد سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جانوروں کی قربانی کرنا خاص عبادت میں شمار ہوگیا۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ کی امت کے لئے بھی ہر سال قربانی نہ صرف مشروع کی گئی، بلکہ اس کو اسلامی شعار بنایا گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع میں حضور اکرم ﷺ کے طریقہ پر جانوروں کی قربانی کا یہ سلسلہ کل قیامت تک جاری رہے گا ان شاء اللہ۔

میت کی جانب سے قربانی کا حکم:

اگرچہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، لیکن جمہور علماء امت نے مندرجہ ذیل دلائل شرعیہ کی روشنی میں تحریر کیا ہے کہ میت کی جانب سے بھی قربانی کی جاسکتی ہے۔

۱) نبی اکرم ﷺ اپنی طرف سے قربانی کرنے کے علاوہ امت کے افراد کی طرف سے بھی قربانی کیا کرتے تھے۔ (بیہقی ۲۶۸/۹) اس قربانی کو آپ ﷺ زندہ افراد کے لئے خاص نہیں کیا کرتے تھے، اور نہ ہی نبی اکرم ﷺ کا کوئی قول حتی کی کسی صحابی کا قول کتب حدیث میں موجود ہے کہ قربانی صرف زندہ افراد کی طرف سے کی جاسکتی ہے۔ نیز قربانی کرنا صدقہ کی ایک قسم ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں صدقہ میت کی طرف سے باتفاق امت کیا جاسکتا ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے کہا کہ میت کی جانب سے قربانی کرنا افضل ہے اور میت کی جانب سے قربانی زندہ شخص کی قربانی کی طرح کی جائے گی۔ (مجموع الفتاوی ۳۰۶/۲۶)

۲) حدیث میں ہے کہ تیسرے خلیفہ اور حضور اکرم ﷺ کے داماد حضرت علی رضی اللہ عنہ دو قربانیاں کیا کرتے تھے، ایک نبی اکرم ﷺ کی جانب سے جبکہ دوسری اپنی طرف سے۔ جب ان سے سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے قربانی کرنے کی وصیت فرمائی ہے اور اسی لئے میں آپ ﷺ کی طرف سے بھی قربانی کرتا ہوں اور ہمیشہ کرتا رہوں گا۔ (ترمذی۔ کتاب الاضاحی

عن رسول اللہ ﷺ ۔ باب ما جاء فی الاضحیہ عن المیت ،،،، ابوداود ۔ کتاب الضحایا ۔ باب الاضحیہ عن المیت) امام ترمذیؒ (۲۰۹ھ ۔ ۲۷۹ھ) نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ اس سلسلہ میں علماء امت کا اختلاف ہے ۔ ایک جماعت نے میت کی جانب سے قربانی کی اجازت دی ہے جبکہ دوسری جماعت نے اختلاف کیا ہے ۔ غرضیکہ حدیث کی معروف کتب تحریر کئے جانے سے قبل ہی امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ نیز علماء احناف اور جن علماء نے ان احادیث کو قابل عمل تسلیم کیا ہے، میت کی جانب سے قربانی کرنے کی اجازت دی ہے ۔ اور یہی قول زیادہ مستند وقوی ہے کیونکہ میت کی جانب سے قربانی کرنا ایک صدقہ ہے اور حج وعمرہ بدل نیز میت کی جانب سے صدقہ کی طرح میت کی جانب سے قربانی بھی کی جاسکتی ہے کیونکہ ہمارے پاس قرآن وحدیث میں کوئی ایسی دلیل موجود نہیں ہے جس کی بنیاد پر کہا جائے کہ دیگر اعمال تو میت کی جانب سے کئے جاسکتے ہیں لیکن قربانی میت کی جانب سے نہیں کی جاسکتی ہے ۔

میت کی جانب سے قربانی کرنے کی دو صورتیں ہیں: اگر میت نے وصیت کی تھی اور قربانی میت کے مال سے کی جارہی ہے تو اس قربانی کا گوشت صدقہ کرنا ضروری ہے، گوشت مالداروں کے لئے کھانا جائز نہیں ہے ۔ اگر میت نے قربانی کرنے کی کوئی وصیت نہیں کی بلکہ ورثاء اور رشتہ داروں نے اپنی خوشی سے میت کے لئے قربانی کی ہے (جیسا کہ عموماً عید الاضحیٰ کے موقعہ ہم اپنے والدین اور دیگر رشتہ داروں کی طرف سے قربانی کرتے ہیں) تو اس کا گوشت مالدار اور غریب سب کھاسکتے ہیں ۔ تمام گوشت صدقہ کرنا ضروری نہیں، بلکہ جس قدر چاہیں غریبوں کو دے دیں اور جس قدر چاہیں خود استعمال کرلیں یا رشتہ داروں کو تقسیم کردیں ۔ جیسا کہ فقہ حنفی کی مستند کتاب (رد المختار ج ۹ ص ۴۸۴) میں تحریر ہے جو ملک شام کے مشہور حنفی عالم علامہ ابن عابدینؒ نے تحریر فرمائی ہے ۔

اس موضوع سے متعلق چند دیگر احادیث:

☆ حضرت عائشہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت جابرؓ، حضرت ابورافعؓ، حضرت ابوطلحہ ؓ انصاری اور حضرت حذیفہ ؓ کی متفقہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو مینڈھے قربان کئے۔ ایک اپنی طرف سے اور دوسرا امت کی طرف سے۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد، ابن ماجہ)۔ امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ قربانی کا ثواب دوسروں حتی کہ زندوں کو بھی پہنچتا ہے۔

☆ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میری ماں کا اچانک انتقال ہوگیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر انہیں بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ ضرور صدقہ کرنے کے لئے کہتیں۔ اب اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کے لئے اجر ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد، ابوداود، نسائی) امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ صدقہ کا ثواب میت حتی کہ زندوں کو بھی پہنچتا ہے۔

☆ حضرت سعدؓ بن عبادہ نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ (مسند احمد، ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ)۔ اسی مضمون کی متعدد دوسری روایات حضرت عائشہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بخاری، مسلم، مسند احمد، نسائی، ترمذی، ابوداود اور ابن ماجہ وغیرہ میں موجود ہیں، جن میں رسول اللہ ﷺ نے میت کی طرف سے صدقہ کرنے کی اجازت دی ہے اور اسے میت کے لئے نافع بتایا ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ قبیلہ خشعم کی ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میرے باپ کو فریضۂ حج کا حکم ایسی حالت میں پہنچا ہے کہ وہ بہت بوڑھے ہوچکے ہیں، اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھ بھی نہیں سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ان کی طرف سے حج ادا کرو۔

(بخاری، مسلم)

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تمہارے باپ پر قرض ہو اور تم اس کو ادا کردو تو وہ ان کی طرف سے ادا ہوجائے گا؟ اس شخص نے کہا جی ہاں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بس اسی طرح تم ان کی طرف سے حج ادا کرو۔ (مسند احمد، نسائی)

☆ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قبیلۂ جہینہ کی ایک عورت نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی مگر وہ اس سے پہلے ہی مر گئیں۔ اب کیا میں ان کی طرف سے حج ادا کرسکتی ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں پر اگر قرض ہوتا تو کیا تو اس کو ادا نہیں کرتی، اسی طرح تم لوگ اللہ کا حق بھی ادا کرو۔ اور اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کے ساتھ کئے ہوئے عہد پورے کئے جائیں۔ (بخاری، نسائی)

ایک شبہ کا ازالہ: یہ کہا جاتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے اپنی بیویوں یا اولاد کے انتقال کے بعد ان کی جانب سے قربانی کرنا ثابت نہیں ہے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ کہا جائے کہ حضور اکرم ﷺ کا اپنی بیویوں یا اولاد کے انتقال کے بعد ان کی جانب سے حج یا عمرہ بدل کرنا ثابت نہیں ہے، حالانکہ دیگر احادیث کی روشنی میں پوری امت مسلمہ حج وعمرہ بدل کے صحیح ہونے پر متفق ہے باوجودیکہ آپ ﷺ نے اپنی بیویوں یا اولاد کے انتقال کے بعد ان کی جانب سے حج یا عمرہ ادا نہیں فرمایا۔ یقیناً نبی اکرم ﷺ نے اپنی بیویوں یا اولاد کے انتقال کے بعد ان کی جانب سے الگ الگ قربانی نہیں کی لیکن آپ ﷺ اپنی جانب سے ہمیشہ قربانی کیا کرتے تھے، اور دوسری قربانی کے ثواب میں سب کو شامل فرمالیا کرتے تھے۔ نیز اس وقت اتنی فراوانی بھی نہیں تھی کہ میت میں سے ہر ہر فرد کی جانب سے الگ الگ قربانی کی جائے۔ غرضیکہ دلائل شرعیہ کی روشنی میں خیر القرون سے آج تک فقہاء وعلماء کی ایک بڑی جماعت میت کی جانب سے قربانی کرنے پر متفق رہی ہے۔ اگر کوئی شخص

انتقال شدہ اپنے رشتہ داروں کی جانب سے قربانی نہیں کرنا چاہتا ہے تو نہ کرے لیکن جو حضرات حضور اکرم ﷺ کے قول وعمل اور صحابہ وتابعین وفقہاء وعلماء امت کے اقوال کی روشنی میں اپنا پیسہ خرچ کرکے قربانی کرنا چاہتے ہیں، ان کو منع کرنے کے لئے قرآن وحدیث کی دلیل درکار ہے جو کل قیامت تک بھی پیش نہیں کی جاسکتی ہے۔

دوسرے شبہ کا ازالہ: فرمان الٰہی ہے: کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا۔ (سورہ النجم ۳۸۔ ۳۹) اسی طرح فرمان رسول ﷺ ہے: انسان کے انتقال کے بعد اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے مگر تین عمل: صدقۂ جاریہ، ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں اور نیک لڑکے کی دعا جو وہ اپنے والد کے لئے کرے۔ (ابن ماجہ، ابن خزیمہ) یہاں مراد یہ ہے کہ عمومی طور پر ہر شخص اپنے ہی عمل کی جزا یا سزا پائے گا۔ لیکن باپ یا بیوی یا کسی قریبی رشہ دار کے انتقال کے بعد اگر کوئی شخص ان کی نماز جنازہ پڑھتا ہے یا ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتا ہے یا ان کی طرف سے حج یا عمرہ بدل کرتا ہے یا قربانی کرتا ہے یا صدقہ کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کی تلاوت کرکے اس کا ثواب میت کو پہونچاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اِس عمل کو قبول فرماکر میت کو اس کا ثواب عطا فرمائے گا ان شاء اللہ۔ کیونکہ اگر یہاں عموم مراد لیا جائے تو پھر ایصال ثواب، قربانی اور حج بدل وغیرہ کرنا سب ناجائز ہوجائیں گے، بلکہ دوسرے کے حق میں دعائے استغفار حتی کہ نمازِ جنازہ بھی بے معنی ہوجائے گی، کیونکہ یہ اعمال بھی اُس شخص کا اپنا عمل نہیں ہے جس کے حق میں دعا کی جارہی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے ارشادات میں اس طرح کی متعدد مثالیں ملتی ہیں، جیسے نبی اکرم ﷺ ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز فجر اور عصر کی پابندی کرلی تو وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ (بخاری، مسلم) اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم صرف ان دو وقت کی نماز کی پابندی کرلیں، باقی جو چاہیں کریں، ہمارا جنت میں داخلہ یقینی ہے۔ نہیں، ہرگز ایسا

نہیں ہے، بلکہ نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ان دو نمازوں کی خاص اہمیت کو بتلانے کے لئے ہے کیونکہ جو ان دو نمازوں کی پابندی کرے گا وہ ضرور دیگر نمازوں کا اہتمام کرنے والا ہوگا، اور نمازوں کا واقعی اہتمام کرنے والا دیگر ارکان کی ادائیگی کرنے والا بھی ہوگا، ان شاء اللہ۔ اسی طرح اس حدیث میں ان تین اعمال کی خاص اہمیت بتلائی گئی ہے۔

اسلامی کیلنڈر کا پہلا مہینہ "محرم الحرام"
اور عاشورہ کا روزہ

محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے یعنی محرم سے ہجری سال کا آغاز اور ذی الحجہ پر ہجری سال کا اختتام ہوتا ہے۔ نیز محرم الحرام ان چار مہینوں میں سے ایک ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے حرمت والے مہینے قرار دئے ہیں۔ اس ماہ کو حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا مہینہ قرار دیا ہے۔ یوں تو سارے ہی دن اور مہینے اللہ تعالیٰ کے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنے سے اس کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ ماہ محرم کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس مہینے کا روزہ رمضان المبارک کے بعد سب سے افضل ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ماہ رمضان کے بعد سب سے افضل روزہ اللہ تعالیٰ کے مہینہ محرم کا روزہ ہے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۵۷) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ماہ رمضان کے بعد افضل ترین روزے اللہ تعالیٰ کے مہینے ماہ محرم الحرام کے روزے ہیں۔ (صحیح مسلم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک صاحب نے آ کر پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! رمضان کے مہینہ کے بعد کس مہینے کے روزے رکھنے کا آپ مجھے حکم دیتے ہیں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر رمضان کے مہینہ کے بعد تم کو روزہ رکھنا ہو تو محرم کا روزہ رکھو اس لئے کہ یہ اللہ کا مہینہ ہے۔ اس میں ایک دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی اور دوسرے لوگوں کی توبہ بھی قبول فرمائیں گے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۵۷) جس قوم کی توبہ قبول ہوئی وہ قوم بنی اسرائیل ہے جیسا کہ اس کی وضاحت حدیث میں ہے کہ عاشورہ کے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کے لشکر سے نجات دی تھی۔

محرم الحرام سے ھجری سال کی ابتدا کیوں؟

محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے، یعنی محرم سے ہجری سال کا آغاز اور ذی الحجہ پر ہجری سال کا اختتام ہوتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی سال کی ابتداء ماہِ محرم الحرام سے ہی کیوں کی گئی؟ جبکہ نبی اکرم ﷺ کی ہجرت مدینہ منورہ کی طرف ماہِ ربیع الاول میں ہوئی تھی۔ جواب سے پہلے چند ایسے امور کا ملاحظہ فرمائیں جن کے متعلق تقریباً تمام مؤرخین متفق ہیں:

۱) ہجری سال کا استعمال نبی اکرم ﷺ کے عہد میں نہیں تھا، بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں صحابہ کرام کے مشورے کے بعد ۱۷ ہجری میں شروع ہوا۔

۲) ہجری سال کے کیلنڈر کا افتتاح اگرچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا تھا، مگر تمام بارہ اسلامی مہینوں کے نام اور ان کی ترتیب نہ صرف نبی اکرم ﷺ کے زمانے، بلکہ عرصۂ دراز سے چلی آرہی تھی اور ان بارہ مہینوں میں سے حرمت والے چار مہینوں (ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم الحرام، رجب) کی تحدید بھی زمانۂ قدیم سے چلی آرہی تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں ارشاد فرماتا ہے: مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے اسی دن سے جب سے آسمان وزمین کو اس نے پیدا کیا ہے، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ (سورۃ التوبہ ۳۶)

۳) اسلامی کیلنڈر (ہجری) کے افتتاح سے قبل عربوں میں مختلف واقعات سے سال کو موسوم کیا جاتا تھا۔ جس کی وجہ سے عربوں میں مختلف کیلنڈر رائج تھے اور ہر کیلنڈر کی ابتدا محرم الحرام سے ہی ہوتی تھی۔

اب جواب عرض ہے:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں جب ایک نئے اسلامی کیلنڈر کو شروع کرنے کی بات آئی تو صحابہ کرام نے اسلامی کیلنڈر کی ابتداء کو نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت یا

نبوت یا ہجرتِ مدینہ سے شروع کرنے کے مختلف مشورے دیئے۔ آخر میں صحابۂ کرام کے مشورہ سے ہجرتِ مدینہ منورہ کے سال کو بنیاد بنا کر ایک نئے اسلامی کیلنڈر کا آغاز کیا گیا۔ یعنی ہجرت مدینہ منورہ سے پہلے تمام سالوں کو زیرو (Zero) کر دیا گیا اور ہجرتِ مدینہ منورہ کے سال کو پہلا سال تسلیم کر لیا گیا۔ رہی مہینوں کی ترتیب' تو اس کو عربوں میں رائج مختلف کیلنڈر کے مطابق رکھی گئی یعنی محرم الحرام سے سال کی ابتداء۔ غرض یہ ہے کہ عربوں میں محرم الحرام کا مہینہ قدیم زمانے سے سال کا پہلا ہی مہینہ رہتا تھا، لہذا اسلامی سال کو شروع کرتے وقت اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔ اس طرح ہجرت مدینہ منورہ سے نیا اسلامی کیلنڈر تو شروع ہو گیا، مگر مہینوں کی ترتیب میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔

عاشورہ کا روزہ:

محرم الحرام کی دسویں تاریخ کو عاشورہ کہا جاتا ہے جس کے معنی ہیں دسواں دن۔ یہ دن اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت اور برکت کا حامل ہے۔ اس دن میں حضور اکرم ﷺ نے روزہ رکھا تھا اور مسلمانوں کو روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا۔ پہلے تو یہ روزہ واجب تھا پھر جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تو مسلمانوں کو اختیار دے دیا گیا کہ چاہیں یہ روزہ رکھیں یا نہ رکھیں البتہ اس کی فضیلت بیان کر دی گئی کہ جو روزہ رکھے گا اس کے سال گذشتہ کے چھوٹے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ پہلے یہ روزہ ایک دن رکھا جاتا تھا لیکن یہودیوں کی مخالفت کے لئے آخر میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو انشاء اللہ نویں محرم کو بھی روزہ رکھوں گا لیکن اس خواہش پر عمل کرنے سے قبل ہی آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔

عاشورہ کے روزہ سے متعلق احادیث:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے لوگ عاشورہ کا

روزہ رکھتے تھے اور عاشورہ کے دن بیت اللہ کو غلاف پہنایا جاتا تھا۔ جب رمضان فرض ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔ (صحیح بخاری ص ۲۱۷)

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قریش جاہلیت میں عاشورہ کے دن روزہ رکھتے تھے اور حضور اکرم ﷺ بھی اس وقت یہ روزہ رکھتے تھے۔ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں بھی روزہ رکھا اور اس روزہ کا بھی حکم دیا۔ جب رمضان فرض ہوا تو عاشورہ (کے روزے کا حکم) چھوڑ دیا گیا، جو چاہے روزہ رکھے جو چاہے نہ رکھے۔ (صحیح بخاری ص ۲۵۴، ص ۲۶۸)

حضرت رُبیع بنت مُعوِذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے عاشورہ کی صبح انصار کے گاؤں میں اعلان کروایا کہ جس نے صبح کو کھا پی لیا ہو وہ بقیہ دن پورا کرے (یعنی رکا رہے) اور جس نے ابھی تک کھایا پیا نہیں ہے وہ روزہ رکھے۔ فرماتی ہیں کہ وہ بھی یہ روزہ رکھتی تھیں اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھواتی تھیں اور ان کے لئے اون کا کھلونا بناتی تھیں۔ جب کوئی بچہ کھانے لئے روتا تو یہ کھلونا اس کو دے دیتیں یہاں تک کہ افطار کا وقت ہوتا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۳، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۶۰)

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے عاشورہ کے دن ایک آدمی کو بھیجا جو لوگوں میں یہ اعلان کررہا تھا کہ جس نے کھالیا وہ پورا کرے یا فرمایا بقیہ دن کھانے پینے سے رکا رہے اور جس نے نہیں کھایا وہ نہ کھائے (یعنی روزہ رکھے)۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۵۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہودیوں کو دیکھا کہ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ یہودیوں نے کہا یہ اچھا دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی، حضرت

موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو غلبہ اور کامیابی عطا فرمائی، ہم اس دن کی تعظیم کے لئے روزہ رکھتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہم تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کے قریب ہیں، پھر آپ ﷺ نے بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (بخاری ج ا ص ۲۶۸)

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ کچھ یہودی عاشورہ کی تعظیم کررہے ہیں اور اس دن روزہ رکھتے ہیں، اس کو عید بنا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہم اس روزہ کے زیادہ حقدار ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے مسلمانوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (بخاری ج ا ص ۲۶۸،۵۶۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو کسی دن کے روزہ کا اہتمام اور قصد کرتے ہوئے نہیں دیکھا سوائے عاشورہ کا روزہ اور رمضان کے مہینے کا۔ (بخاری ج ا ص ۲۶۸) یعنی ان روزوں کا آپ ﷺ بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حج کے لئے تشریف لائے تو حضور اکرم ﷺ کے منبر پر عاشورہ کے دن (کھڑے ہوکر) فرمایا: اے اہل مدینہ کہاں ہیں تمہارے علماء، میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ یہ عاشورہ کا دن ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کا روزہ فرض نہیں کیا ہے، میں روزے سے ہوں، جو چاہے روزہ رکھے جو چاہے روزہ نہ رکھے۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۲۶۲)

عاشورہ کے روزہ کا ثواب:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ جو شخص عاشورہ کے دن کا روزہ رکھے گا تو اس کے پچھلے ایک سال کے گناہ کا کفارہ ہوجائیگا۔ (صحیح مسلم) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عاشورہ کے روزے کے بارے میں مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ سال گزشتہ کے گناہ معاف فرمادیں گے۔ (ترمذی ج ا ص ۱۵۱)

ان احادیث میں گناہ سے صغائر گناہ مراد ہے، کبائر گناہ کے لئے توبہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

عاشورہ کے روزہ رکھنے کا طریقہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور لوگوں کو اس کا حکم دیا۔ لوگوں نے بتایا کہ یہود و نصاریٰ اس دن کی تعظیم کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر آئندہ سال زندہ رہا تو ان شاء اللہ نویں کو (بھی) روزہ رکھوں گا لیکن آئندہ سال آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔ (مسلم ج ۱ ص ۳۵۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عاشورہ کا روزہ رکھو اور اس میں یہود کی مخالفت کرو۔ ایک دن پہلے روزہ رکھو یا ایک دن بعد۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۱) یہ حدیث بعض نسخوں میں او کی جگہ پر واو کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ اگر واو (یعنی اور) کے ساتھ روایت ثابت مان لی جائے تو پھر تین روزہ رکھنا ثابت ہوگا۔ اس طرح عاشورہ کے روزے رکھنے کی ۴ شکلیں بنتی ہیں: ۹، ۱۰ اور ۱۱ تینوں دن روزے رکھ لیں۔ ۹ اور ۱۰ دو دن روزہ رکھ لیں۔ ۱۰ اور ۱۱ دو دن روزہ رکھ لیں۔ اگر کسی وجہ سے ۲ روزے نہیں رکھ سکتے تو صرف ایک روزہ عاشورہ کے دن رکھ لیں۔

خلاصۂ کلام:

حضور اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں جب بھی عاشورہ کا دن آتا، آپ ﷺ روزہ رکھتے، لیکن وفات سے پہلے جو عاشورہ کا دن آیا تو آپ ﷺ نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ۱۰ محرم کو ہم بھی روزہ رکھتے ہیں اور یہودی بھی روزہ رکھتے ہیں، جس کی وجہ سے اُن کے ساتھ ہلکی سے مشابہت پیدا ہو جاتی ہے اِس لئے اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو صرف عاشورہ کا روزہ نہیں رکھوں گا بلکہ اس کے ساتھ ایک اور روزہ ۹ یا ۱۱ محرم الحرام کو رکھوں گا تاکہ یہودیوں کے ساتھ

مشابہت ختم ہو جائے۔لیکن اگلے سال عاشورہ کا دن آنے سے پہلے ہی حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا اور آپ کو اس پر عمل کرنے کا موقع نہیں ملا۔حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد کی روشنی میں صحابۂ کرام نے عاشورہ کے روزہ کے ساتھ ۹ یا ۱۱ محرم الحرام کا ایک روزہ ملا کر رکھنے کا اہتمام فرمایا، اور اسی کو مستحب قرار دیا اور صرف عاشورہ کا روزہ رکھنا خلافِ اولیٰ قرار دیا۔یعنی اگر کوئی شخص صرف عاشورہ کا روزہ رکھ لے تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا بلکہ اس کو عاشورہ کا ثواب ملے گا لیکن چونکہ آپ ﷺ کی خواہش ۲ روزے رکھنے کی تھی اس لئے اس خواہش کے تکمیل میں بہتر یہی ہے کہ ایک روزہ اور ملا کر دو روزے رکھے جائیں۔

وضاحت:

بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی وفات کے تقریباً ۵۰ سال بعد ۶۱ ہجری میں نواسۂ رسول ﷺ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی وجہ سے اس دن کی اہمیت ہوئی ہے حالانکہ اس دن کی فضیلت واہمیت نبی اکرم ﷺ کے اقوال وعمل کی روشنی میں پہلے ہی سے ثابت ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کے اقوال وعمل کی روشنی میں ذکر کیا گیا، ہاں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظیم شہادت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس بابرکت دن کا انتخاب کیا جس سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قربانی کی مزید اہمیت بڑھ جاتی ہے۔

ماہِ شعبان اور شبِ برأت

اسلامی کیلنڈر کے مطابق شعبان المعظم آٹھواں مہینہ ہے جو رجب المرجب اور رمضان المبارک کے درمیان واقع ہوتا ہے۔ احادیث کی روشنی میں بلا شبہ یہ ماہ بہت سی فضیلتوں کا حامل ہے، چنانچہ رمضان کے بعد آپ ﷺ سب سے زیادہ روزے اسی ماہ میں رکھتے تھے۔

☆ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رمضان کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کو کبھی پورے مہینے کے روزہ رکھتے نہیں دیکھا، سوائے شعبان کے کہ اس کے تقریباً پورے دنوں میں آپ روزہ رکھتے تھے۔ (بخاری، مسلم، ابوداود)

اسی مضمون کی ایک روایت ام المؤمنین حضرت ام سلمہ ؓ سے ترمذی میں مذکور ہے۔

☆ حضرت اسامہ بن زید ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ میں نے آپ ﷺ کو شعبان سے زیادہ کسی اور مہینے میں (نفلی) روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ رجب اور رمضان کے درمیان واقع ایک مہینہ ہے جس کی برکت سے لوگ غافل ہیں۔ اس ماہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ میرے اعمال اس حال میں پیش ہوں کہ میں روزہ سے ہوں۔ (نسائی، الترغیب والترھیب ص ۴۲۵، مسند احمد، ابوداود ۲۰۷۶) محدثین کی ایک بڑی جماعت کی رائے ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

☆ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ شعبان کے تقریباً مکمل مہینے میں روزہ رکھتے تھے۔ میں نے پوچھا کہ کیا آپ کو شعبان کے روزہ بہت پسند ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سال انتقال کرنے والوں کے نام اس ماہ میں لکھ دیتا ہے۔ میری خواہش ہے کہ میری موت کا فیصلہ اس حال میں ہو کہ میں روزہ سے ہوں۔ (رواہ ابویعلی وھو غریب واسنادہ حسن) الترغیب والترھیب، وذکر الامام الحافظ السیوطی فی "الدر المنثور".

☆ بعض دیگر احادیث میں شعبان کے آخری دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا گیا ہے تاکہ اس کی وجہ سے رمضان المبارک کے روزے رکھنے میں دشواری نہ ہو۔ (بخاری، کتاب الصوم۔ مسلم، کتاب الصیام)

مذکورہ واس طرح کی متعدد احادیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ماہ شعبان بلاشبہ بہت سی فضیلتوں کا حامل ہے اور اس ماہ کے آخری دو تین دن کے علاوہ اس ماہ میں زیادہ سے زیادہ روزہ رکھنا چاہئے۔

اس ماہ کی پندرہویں رات کو شب برأت کہا جاتا ہے، جو ۱۴ تاریخ کے سورج غروب ہونے سے شروع ہوتی ہے اور ۱۵ تاریخ کی صبح صادق تک رہتی ہے۔ شب برأت فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی: نجات پانے کی رات کے ہیں۔ چونکہ اس رات میں بے شمار گناہگاروں کی مغفرت کی جاتی ہے اس لئے اس شب کو شب برأت کہا جاتا ہے۔

اس رات کی فضیلت کے سلسلہ میں علماء کے درمیان زمانۂ قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے، لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ اس رات کی فضیلت کا بالکلیہ انکار کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ بعض مشہور ومعروف مفسرین (مثلاً حضرت عکرمہؒ) نے تو قرآن کی آیت ﴿إِنَّآ أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ. فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ سورہ الدخان ۳۔۴﴾ سے مراد شعبان کی پندرہویں رات (شب برأت) لی ہے، اور ہر زمانے کے مشہور ومعروف مفسرین نے اپنی تفسیروں میں حضرت عکرمہؒ کی تفسیر کو ذکر کیا ہے۔ اگرچہ جمہور علماء کی رائے میں اس آیت سے مراد شب قدر ہے مگر قابل غور بات یہ ہے کہ اگر شب برأت کی کوئی حقیقت ہی نہ ہوتی تو مشہور ومعروف مفسرین اس آیت کی تفسیر میں حضرت عکرمہؒ کی تفسیر کا ذکر کیوں کرتے، بلکہ اس کی مخالفت کرتے۔

شب برأت کی فضیلت کے متعلق تقریباً ۱۷ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے احادیث مروی ہیں،

جن میں سے بعض صحیح ہیں، جن کی صحت کا اعتراف شیخ محمد ناصر الدین البانیؒ جیسے محدث نے بھی کیاہے، اگرچہ دیگر احادیث کی سند میں ضعف موجود ہے لیکن وہ کم از کم قابل استدلال ضرور ہیں اور احادیث کی اتنی بڑی تعداد کو رد کرنا درست نہیں ہے، نیز امت مسلمہ کا شروع سے اس پر معمول بھی چلا آرہا ہے۔ لہذا علم حدیث کے قاعدہ کے مطابق "اگر حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہو لیکن امت مسلمہ کا عمل اس پر چلا آرہا ہو تو اس حدیث کو بھی قوت حاصل ہوجاتی ہے اور وہ قابل اعتبار قرار دی جاتی ہے" ان احادیث پر عمل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ نیز اس باب کی احادیث مختلف سندوں کے ساتھ وارد ہوئی ہیں اگرچہ بعض احادیث کی سند میں ضعف ہے لیکن علم حدیث کے قاعدہ کے مطابق ایک دوسرے سے تقویت لے کر یہ احادیث **حسن لغیرہ** بن جاتی ہیں جس کا اعتراف متعدد بڑے بڑے محدثین نے بھی کیا ہے۔

عقل سے بھی سوچیں کہ یہ کیسے ممکن ہوا کہ مختلف ملکوں اور مختلف شہروں میں رہنے والے حضرات نبی اکرم ﷺ کی طرف کسی ایک جھوٹی بات کو منسوب کرنے میں متفق ہوگئے، نیز سب نے شعبان کی ۱۵ تاریخ کو ہی کیوں اختیار کیا، کوئی دوسری تاریخ یا کوئی دوسرا مہینہ کیوں اختیار نہیں کیا؟

ان احادیث سے شب برأت میں کسی مستقل عمل کو ثابت نہیں کیا جارہا ہے، بلکہ اعمال صالحہ (مثلاً نمازِ فجر وعشاء کی ادائیگی، بقدر توفیق نوافل خاص کر نماز تہجد کی ادائیگی، قرآن کریم کی تلاوت، اللہ کا ذکر، اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی اور دعائیں) کے کرنے کی رغبت دی جارہی ہے، جن کا تعلق ہر رات سے ہے، اور ان اعمال صالحہ کا احادیث صحیحہ سے ثبوت بھی ملتا ہے، جس پر ساری امت متفق ہے۔ شب برأت بھی ایک رات ہے۔ شب برأت میں تھوڑا اہتمام کے ساتھ ان اعمال صالحہ کی ادائیگی کے لئے علماء ومحققین کی ایک بڑی جماعت کی رائے کے مطابق ۱۷ صحابۂ کرام سے منقول احادیث ثبوت کے لئے کافی ہیں۔

﴾وضاحت﴿ اگر کچھ لوگوں نے غلط رسم ورواج اس رات میں شروع کردئے ہیں جن میں سے بعض کا ذکر مضمون کے آخر میں آرہا ہے، تو اس کی بنیاد پر ان اعمال صالحہ کو اس رات میں کرنے سے روکا نہیں جاسکتا بلکہ رسم ورواج کے روکنے کا اہتمام کرنا ہوگا، مثلاً عید الفطر کی رات یا دن میں لوگ ناچنے گانے لگیں تو سرے سے عید الفطر کا انکار نہیں کیا جائے گا بلکہ غلط رسم ورواج کو روکنے کا مکمل اہتمام کیا جائے گا۔ نیز شادی کے موقع پر رسم ورواج اور بدعات کی وجہ سے نکاح ہی سے انکار نہیں کیا جائے گا بلکہ بدعات اور رسم ورواج کو روکنے کی کوشش کی جائے گی۔ اسی طرح موت کے وقت اور اس کے بعد کی بدعات وخرافات کو روکنے کی کوشش کی جائے گی نہ کہ تدفین ہی بند کردی جائے۔

شب برأت کی فضیلت سے متعلق چند احادیث :

☆ حضرت معاذ بن جبلؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پندرہویں شب میں تمام مخلوق کی طرف تجلی فرماتا ہے اور ساری مخلوق کی سوائے مشرک اور بغض رکھنے والوں کے سب کی مغفرت فرماتا ہے۔ (صحیح ابن حبان، طبرانی،،،، وذکره الامام الحافظ السیوطی فی "الدر المنثور" عن البیهقی،،، وذکره الحافظ الهیثمی فی "مجمع الزوائد" ج۸ ص ۶۵ وقال: رواه الطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجاله ثقات)۔

☆ اسی مضمون کی روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مسند احمد (۱۷۶/۲) بھی مروی ہے (قاتل اور بغض رکھنے والوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرماتا ہے)، جس کو الحافظ الہیثمی نے "مجمع الزوائد ج۸ ص۶۵" میں صحیح قرار دیا ہے۔

☆ اسی مضمون کی روایت حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے ابن ماجہ (کتاب اقامہ الصلاۃ ۴۵۵/۱) میں مروی ہے۔

☆ اسی مضمون کی روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ (رواہ البزاز، وذکر الحافظ الہیثمی فی

"مجمع الزوائد")۔

☆ اسی مضمون کی روایت حضرت ابوثعلبہ الخشنی ؓ سے مروی ہے۔(اخرجہ الطبرانی والبیہقی ،،،، الدرالمنثور للسیوطی)۔

☆ اسی مضمون کی روایت حضرت ابوبکرصدیق ؓ سے مروی ہے۔(اخرجہ البزاز والبیہقی ،،،، مجمع الزوائد للہیثمی)۔

☆ اسی مضمون کی روایت حضرت عوف بن مالک ؓ سے مروی ہے۔(اخرجہ البزاز،،،، مجمع الزوائد للہیثمی)۔

☆ اسی مضمون کی روایت حضرت کثیر بن مرہ ؒ سے مرسلاً مروی ہے۔(اخرجہ البیہقی ،حسن البیان للشیخ عبداللہ الغماری)۔

☆ حضرت عثمان بن ابی العاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: پندرہویں شب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز لگائی جاتی ہے کہ ہے کوئی مغفرت مانگنے والا کہ میں اس کے گناہوں کو معاف کروں، ہے کوئی سوال کرنے والا کہ میں عطا کروں۔۔ ہرسوال کرنے والے کو میں عطا کرتا ہوں،سوائے مشرک اور زنا کرنے والے کے۔

(اخرجہ البیہقی فی شعب الایمان ۳۸۳/۱۳،،،، الدرالمنثور للسیوطی،،،، ذکرہ الحافظ ابن رجب فی اللطائف)۔

☆ حضرت عائشہ ؓ روایت کرتی ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کو اپنے پاس نہ پایا تو میں آپ ﷺ کی تلاش میں نکلی۔آپ ﷺ بقیع میں تشریف فرما تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں ڈر تھا کہ اللہ اور اسکے رسول تم پر ظلم کریں گے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے گمان ہوا کہ آپ دیگر ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے ہوں گے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ پندرہویں شعبان کی شب کو نچلے آسمان پر نزول فرماتا ہے اور قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد میں لوگوں کی مغفرت فرماتا ہے۔ اور اس رات میں بے شمار لوگوں کی مغفرت کی جاتی ہے مگر مشرک، عداوت کرنے والے، رشتہ توڑنے والے، تکبرانہ طور پر ٹخنوں سے نیچے کپڑا پہننے والے، والدین کی نافرمانی کرنے والے اور شراب پینے والے کی طرف اللہ تعالیٰ کی نظر کرم نہیں ہوتی۔ (مسند احمد ۶/۲۳۸، ترمذی (ابواب الصیام)، ابن ماجہ (کتاب اقامۃ الصلاۃ)، بیہقی، مصنف ابن ابی شیبہ، الترغیب والترھیب)

☆ حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب شعبان کی پندرہویں شب ہو تو اس رات میں قیام کرو اور اس دن روزہ رکھو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ غروب آفتاب کے وقت سے سماء دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور کہتے ہیں: کیا کوئی مغفرت طلب کرنے والا ہے کہ میں اس کی مغفرت کروں؟ کیا کوئی رزق کا متلاشی ہے کہ میں اسے رزق عطا کروں؟ کیا کوئی مصیبت کا مارا ہے کہ میں اسکی مصیبت دور کروں؟ کیا کوئی ایسا ہے؟ کیا کوئی ایسا ہے؟ حتی کہ صبح صادق کا وقت ہو جاتا ہے۔ (اخرجہ ابن ماجہ (کتاب اقامۃ الصلاۃ)، والبیہقی فی شعب الایمان،،،، الدر المنثور للسیوطی، الترغیب والترھیب للمنذری، لطائف المعارف للحافظ ابن رجب)

اس رات میں ان اعمال صالحہ کا خاص اہتمام:

۱۔ عشاء اور فجر کی نمازیں وقت پر ادا کریں۔

۲۔ بقدر توفیق نفل نمازیں خاص کر نمازِ تہجد ادا کریں۔

۳۔ اگر ممکن ہو تو صلاۃ التسبیح پڑھیں۔

۴۔ قرآن پاک کی تلاوت کریں۔

۵۔ کثرت سے اللہ کا ذکر کریں۔

۶۔ اللہ تعالیٰ سے خوب دعائیں مانگیں، خاص کر اپنے گناہوں کی مغفرت چاہیں۔

۷۔ کسی کسی شب برأت میں قبرستان تشریف لے جائیں۔ اپنے اور میت کے لئے دعائے مغفرت کریں۔

لیکن ہر شب برأت میں قبرستان جانے کا خاص اہتمام کوئی ضروری نہیں ہے کیونکہ پوری زندگی میں نبی اکرم ﷺ سے صرف ایک مرتبہ اس رات میں قبرستان جانا ثابت ہے۔

﴿نوٹ﴾ شب برأت میں پوری رات جاگنا کوئی ضروری نہیں ہے، جتنا آسانی سے ممکن ہو عبادت کرلیں، لیکن یاد رکھیں کہ کسی شخص کو آپ کے جاگنے کی وجہ سے تکلیف نہیں ہونی چاہئے۔

پندرھویں تاریخ کا روزہ:

شب برأت کی فضیلت کے متعلق بہت سی احادیث موجود ہیں مگر شب برأت کے بعد آنے والے دن کے روزے کے متعلق صرف ایک ضعیف حدیث موجود ہے۔ لہذا ماہ شعبان میں صرف اور صرف پندرہویں تاریخ کے روزہ رکھنے کا بہت زیادہ اہتمام کرنا یا اس دن روزہ نہ رکھنے والے کو کم تر سمجھنا صحیح نہیں ہے البتہ ماہ شعبان میں کثرت سے روزے رکھنے چاہئیں۔

اس رات میں مندرجہ ذیل اعمال کا احادیث سے کوئی ثبوت نہیں ھے، لھذا ان اعمال سے بالکل دور رھیں:

۱۔ حلوا پکانا۔ (حلوا پکانے سے شب برأت کا دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے)۔

۲۔ آتش بازی کرنا۔ (یہ فضول خرچی ہے، نیز اس سے دوسروں کے املاک کو نقصان پہنچنے کا بھی خدشہ ہے)۔

۳۔ اجتماعی طور پر قبرستان جانا۔

۴۔ قبرستان میں عورتوں کا جانا۔ (عورتوں کا کسی بھی وقت قبرستان جانا منع ہے)۔

۵۔قبرستان میں چراغاں کرنا۔

٦۔مختلف قسم کے ڈیکوریشن کا اہتمام کرنا۔

۷۔عورتوں اور مردوں کا اختلاط کرنا۔

۸۔قبروں پر چادر چڑھانا۔(کسی بھی وقت قبروں پر چادر چڑھانا غلط ہے)۔

﴿نوٹ﴾ اس رات میں بقدر توفیق انفرادی عبادت کرنی چاہیئے۔لہذا اجتماعی عبادتوں سے حتی الامکان اپنے آپ کو دور رکھیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ سے اس رات میں اجتماعی طور پر کوئی عبادت کرنا ثابت نہیں ہے۔

جن گناہ گاروں کی اس بابرکت رات میں بھی مغفرت نہیں ہوتی ، وہ یہ ہیں:

مشرک، قاتل، والدین کی نافرمانی کرنے والا، بغض وعداوت رکھنے والا، رشتہ توڑنے والا، تکبرانہ طور پر ٹخنوں سے نیچے کپڑا پہننے والا، شراب پینے والا اور زنا کرنے والے۔لہذا ہم سب کو تمام گناہوں سے خاص کر ان مذکورہ کبیرہ گناہوں سے بچنا چاہیئے۔

﴿وضاحت﴾ مضمون کی طوالت سے بچنے کے لئے صرف چند احادیث کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے، دیگر احادیث وعلماء اور محدثین کے اقوال پڑھنے کے لئے الشیخ عبدالحفیظ المکی صاحب کی عربی زبان میں کتاب " فضائل لیلۃ النصف من شعبان " کا مطالعہ کریں۔بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس رات میں سال بھر کے فیصلہ بھی ہوتے ہیں، لیکن ان تمام ہی احادیث کی سند میں ضعف موجود ہے، لیکن حضرت عکرمہ ؒ کی تفسیر کی روشنی میں قرآن کریم (سورہ الدخان ۳۔۴) سے بھی یہی اشارہ ملے گا۔

خلاصۂ کلام: ماہِ شعبان کی فضیلت اور اس میں زیادہ سے زیادہ روزہ رکھنے کے متعلق امت مسلمہ متفق ہے، البتہ پندرہویں رات کی خصوصی فضیلت کے متعلق علماء، فقہاء اور محدثین کے درمیان زمانۂ قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ علماء، فقہاء اور محدثین کی ایک بڑی جماعت کی رائے ہے کہ اس باب سے متعلق احادیث کے قابل قبول (حسن لغیرہ) اور امت مسلمہ کا عمل ابتداء سے اس پر ہونے کی وجہ سے اس رات میں انفرادی طور پر نفل نمازوں کی ادائیگی، قرآن کریم کی تلاوت، ذکر اور دعاؤں کا کسی حد تک اہتمام کرنا چاہئے۔ کسی کسی شب برات میں قبرستان بھی چلا جانا چاہئے۔ اس نوعیت سے اس رات میں عبادت کرنا بدعت نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے تمام نیک اعمال کو قبول فرمائے۔ آمین۔

ماہِ رجب اور واقعۂ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اسلامی سال کا ساتواں مہینہ رجب المرجب ہے۔ رجب اُن چار مہینوں میں سے ایک ہے جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حرمت والے مہینے قرار دیا ہے:" اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ" (سورۃ التوبہ ۳۶) اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ مہینے ہیں، جو اللہ کی کتاب (یعنی لوح محفوظ) کے مطابق اُس دن سے نافذ ہیں جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ ان (بارہ مہینوں) میں سے چار حرمت والے ہیں۔۔۔ان چار مہینوں کی تحدید قرآن کریم میں نہیں ہے بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہیں: ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم الحرام اور رجب المرجب۔ معلوم ہوا کہ حدیث نبوی کے بغیر قرآن کریم نہیں سمجھا جاسکتا ہے۔ ان چار مہینوں کو اشہر حرم کہا جاتا ہے۔ ان مہینوں کو حرمت والے مہینے اس لئے کہتے ہیں کہ ان میں ہر ایسے کام جو فتنہ وفساد، قتل وغارت گری اور امن وسکون کی خرابی کا باعث ہو، سے منع فرمایا گیا ہے، اگرچہ لڑائی جھگڑا سال کے دیگر مہینوں میں بھی حرام ہے، مگر اِن چار مہینوں میں لڑائی جھگڑا کرنے سے خاص طور پر منع کیا گیا ہے۔ ان چار مہینوں کی حرمت وعظمت پہلی شریعتوں میں بھی مسلّم رہی ہے حتی کہ زمانہ جاہلیت میں بھی ان چار مہینوں کا احترام کیا جاتا تھا۔

رجب کا مہینہ شروع ہونے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ ﴿اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ رَجَبٍ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَان﴾ اے اللہ! رجب اور شعبان کے مہینوں میں ہمیں برکت عطا فرما اور ماہ رمضان تک ہمیں پہونچا۔ (مسند احمد، بزار، طبرانی، بیہقی) لہٰذا ماہِ رجب کے شروع ہونے پر ہم یہ دعا یا اس مفہوم پر مشتمل دعا مانگ سکتے ہیں۔ اس دعا سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک رمضان کی کتنی اہمیت تھی کہ ماہِ رمضان کی عبادت کو حاصل کرنے کے لئے

آپ ﷺ رمضان سے دو ماہ قبل دعاؤں کا سلسلہ شروع فرما دیتے تھے۔ ماہِ رجب کو بھی آپ ﷺ کی دعائے برکت حاصل ہوئی، جس سے ماہِ رجب کا کسی حد تک مبارک ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ماہِ رجب میں کسی خاص نماز پڑھنے کا یا کسی معین دن کے روزے رکھنے کی خاص فضیلت کا کوئی ثبوت احادیث صحیحہ سے نہیں ملتا ہے۔ نماز و روزہ کے اعتبار سے یہ مہینہ دیگر مہینوں کی طرح ہی ہے۔ البتہ رمضان کے پورے ماہ کے روزے رکھنا ہر بالغ مسلمان مرد و عورت پر فرض ہیں اور ماہ شعبان میں کثرت سے روزے رکھنے کی ترغیب احادیث میں موجود ہے۔

ماہ رجب میں نبی اکرم ﷺ نے کوئی عمرہ ادا کیا یا نہیں؟ اس بارے میں علماء و مؤرخین کی رائے مختلف ہیں۔ البتہ دیگر مہینوں کی طرح ماہ رجب میں بھی عمرہ ادا کیا جا سکتا ہے۔ اسلاف سے بھی اس ماہ میں عمرہ ادا کرنے کے ثبوت ملتے ہیں۔ البتہ رمضان کے علاوہ کسی اور ماہ میں عمرہ ادا کرنے کی کوئی خاص فضیلت احادیث میں موجود نہیں ہے۔

واقعۂ معراج النبی ﷺ:

اس واقعہ کی تاریخ اور سال کے متعلق مؤرخین اور اہل سیر کی رائے مختلف ہیں، ان میں سے ایک رائے یہ ہے کہ نبوت کے بارہویں سال ۲۷ رجب کو ۵۱ سال ۵ مہینہ کی عمر میں نبی اکرم ﷺ کو معراج ہوئی، جیسا کہ علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "مہر نبوت" میں تحریر فرمایا ہے۔

اسراء کے معنی رات کو لے جانے کے ہیں۔ مسجد حرام (مکہ مکرمہ) سے مسجد اقصیٰ کا سفر جس کا تذکرہ سورۂ بنی اسرائیل ﴿سُبْحَانَ الَّذِىْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى﴾ میں کیا گیا ہے، اس کو اسراء کہتے ہیں۔ اور یہاں سے جو سفر آسمانوں کی طرف ہوا اس کا نام معراج ہے، معراج عروج سے نکلا ہے جس کے معنی چڑھنے کے ہیں۔ حدیث

میں "عــرِ ج بــِی" یعنی مجھ کو اوپر چڑھایا گیا کا لفظ استعمال ہوا ہے، اس لئے اس سفر کا نام معراج ہو گیا۔ اس مقدس واقعہ کو اسراء اور معراج دونوں ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس واقعہ کا ذکر سورۂ نجم کی آیات میں بھی ہے: ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی، فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی، فَاَوْحٰی اِلَی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی ﴾ پھر وہ قریب آیا اور جھک پڑا، یہاں تک کہ وہ دو کمانوں کے فاصلے کے برابر قریب آ گیا، بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیک، اس طرح اللہ کو اپنے بندے پر جو وحی نازل فرمانی تھی، وہ نازل فرمائی۔

سورۃ النجم کی آیات ۱۳۔۱۸ میں وضاحت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے (اس موقع پر) بڑی بڑی نشانیاں ملاحظہ فرمائیں: ﴿وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی، عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی، عِنْدَھَا جَنَّۃُ الْمَاْوٰی، اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی، مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی، لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیَاتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی ﴾ اور حقیقت یہ ہے انہوں نے اس (فرشتے) کو ایک اور مرتبہ دیکھا ہے۔ اس بیر کے درخت کے پاس جس کا نام سدرۃ المنتہی ہے، اسی کے پاس جنت المأ وٰی ہے، اس وقت اس بیر کے درخت پر وہ چیزیں چھائی ہوئی تھیں جو بھی اس پر چھائی ہوئی تھیں۔ (نبی کی) آنکھ نہ تو چکرائی اور نہ حد سے آگے بڑھی، سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بہت کچھ دیکھا ہے۔

احادیث متواترہ سے ثابت ہے، یعنی صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کی ایک بڑی تعداد سے معراج کے واقعہ سے متعلق احادیث مروی ہیں۔

انسانی تاریخ کا سب سے لمبا سفر:

قرآن کریم اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ اسراء و معراج کا تمام سفر صرف روحانی نہیں بلکہ جسمانی تھا، یعنی نبی اکرم ﷺ کا یہ سفر کوئی خواب نہیں تھا بلکہ ایک جسمانی سفر اور عینی مشاہدہ تھا۔

یہ ایک معجزہ تھا کہ مختلف مراحل سے گزر کر اتنا بڑا سفر' اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے صرف رات کے ایک حصہ میں مکمل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ جو اس پوری کائنات کا پیدا کرنے والا ہے، اس کے لئے کوئی بھی کام مشکل نہیں ہے، کیونکہ وہ تو قادر مطلق ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس کے تو ارادہ کرنے پر چیز کا وجود ہو جاتا ہے۔ معراج کا واقعہ پوری انسانی تاریخ کا ایک ایسا عظیم، مبارک اور بے نظیر معجزہ ہے جس کی مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ خالق کائنات نے اپنے محبوب ﷺ کو دعوت دے کر اپنا مہمان بنانے کا وہ شرف عظیم عطا فرمایا جو نہ کسی انسان کو کبھی حاصل ہوا ہے اور نہ کسی مقرب ترین فرشتے کو۔

واقعۂ معراج کا مقصد:

واقعہ معراج کے مقاصد میں جو سب سے مختصر اور عظیم بات قرآن کریم (سورہ بنی اسرائیل) میں ذکر کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ہم (اللہ تعالیٰ) نے آپ ﷺ کو اپنی کچھ نشانیاں دکھلائیں۔۔۔ اس کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد اپنے حبیب محمد ﷺ کو وہ عظیم الشان مقام و مرتبہ دینا ہے جو کسی بھی بشر حتی کہ کسی مقرب ترین فرشتہ کو نہیں ملا ہے اور نہ ملے گا۔۔۔ نیز اس کے مقاصد میں امت مسلمہ کو یہ پیغام دینا ہے کہ نماز ایسا مہتم بالشان عمل اور عظیم عبادت ہے کہ اس کی فرضیت کا اعلان زمین پر نہیں بلکہ ساتوں آسمانوں کے اوپر بلند و اعلیٰ مقام پر معراج کی رات میں ہوا۔ نیز اس کا حکم حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ نبی اکرم ﷺ تک نہیں پہنچا بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرضیتِ نماز کا تحفہ بذاتِ خود اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمایا۔ نماز اللہ جلّ شانہ سے تعلق قائم کرنے اور اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کو مانگنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ نماز میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے مناجات ہوتی ہے۔

واقعۂ معراج کی مختصر تفصیل:

اس واقعہ کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس سونے کا طشت لایا گیا جو حکمت اور ایمان سے پُر تھا، آپ ﷺ کا سینہ چاک کیا گیا، پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا گیا، پھر اسے حکمت اور ایمان سے بھر دیا گیا اور پھر بجلی کی رفتار سے زیادہ تیز چلنے والی ایک سواری یعنی براق لایا گیا جو لمبا سفید رنگ کا چوپایا تھا، اس کا قد گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا جہاں تک اس کی نظر پڑتی تھی۔ اس پر سوار کر کے حضور اکرم ﷺ کو بیت المقدس لے جایا گیا اور وہاں تمام انبیاء کرام نے حضور اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ پھر آسمانوں کی طرف لے جایا گیا۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام، دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام، تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام، چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد البیت المعمور حضور اکرم ﷺ کے سامنے کر دیا گیا جہاں روزانہ ستر ہزار فرشتے اللہ کی عبادت کے لئے داخل ہوتے ہیں جو دوبارہ اس میں لوٹ کر نہیں آتے۔ پھر آپ ﷺ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ اس کے پتے اتنے بڑے ہیں جیسے ہاتھی کے کان ہوں اور اس کے پھل اتنے بڑے بڑے ہیں جیسے مٹکے ہوں۔ جب سدرۃ المنتہیٰ کو اللہ کے حکم سے ڈھانکنے والی چیزوں نے ڈھانک لیا تو اس کا حال بدل گیا، اللہ کی کسی بھی مخلوق میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کے حسن کو بیان کر سکے۔ سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ میں چار نہریں نظر آئیں، دو باطنی نہریں اور دو ظاہری نہریں۔ حضور اکرم ﷺ کے دریافت کرنے پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ باطنی دو نہریں جنت کی نہریں ہیں اور ظاہری دو نہریں فرات اور نیل ہیں (فرات عراق اور نیل مصر میں ہے)۔

نماز کی فرضیت:

اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان چیزوں کی وحی فرمائی جن کی وحی اس وقت فرمانا تھا اور پچاس نمازیں فرض کیں۔ واپسی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر حضور اکرم ﷺ چند مرتبہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوئے اور نماز کی تخفیف کی درخواست کی۔ ہر مرتبہ پانچ نمازیں معاف کردی گئیں یہاں تک کہ صرف پانچ نمازیں رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر بھی مزید تخفیف کی بات کہی، لیکن اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے کہا کہ مجھے اس سے زیادہ تخفیف کا سوال کرنے میں شرم محسوس ہوتی ہے اور میں اللہ کے اس حکم کو تسلیم کرتا ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ندا دی گئی: "لَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ" کہ میرے پاس بات بدلی نہیں جاتی ہے یعنی میں نے اپنے فریضہ کا حکم باقی رکھا اور اپنے بندوں سے تخفیف کردی اور میں ایک نیکی کا بدلہ دس بنا کر دیتا ہوں۔ غرضیکہ ادا کرنے میں پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس ہی ہیں۔

نماز کی فرضیت کے علاوہ دیگر دو انعام:

اس موقعہ پر حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے انسان کا رشتہ جوڑنے کا سب سے اہم ذریعہ یعنی نماز کی فرضیت کا تحفہ ملا اور حضور اکرم ﷺ کا اپنی امت کی فکر اور اللہ کے فضل وکرم کی وجہ سے پانچ نماز کی ادائیگی پر پچاس نمازوں کا ثواب دیا جائے گا۔

۱) سورۃ البقرہ کی آخری آیت (آمَنَ الرَّسُولُ سے لے کر آخر تک) عنایت فرمائی گئی۔

۲) اس قانون کا اعلان کیا گیا کہ حضور اکرم ﷺ کے امتیوں کے شرک کے علاوہ تمام گناہوں کی معافی ممکن ہے یعنی کبیرہ گناہوں کی وجہ سے ہمیشہ عذاب میں نہیں رہیں گے بلکہ توبہ سے معاف ہوجائیں گے یا عذاب بھگت کر چھٹکارا مل جائے گا، البتہ کافر اور مشرک ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

معراج میں دیدار الٰھی:

زمانۂ قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ شب معراج میں دیدار خداوندی سے مشرف ہوئے یا نہیں اور اگر رؤیت ہوئی تو وہ رؤیت بصری تھی یا رؤیت قلبی تھی، البتہ ہمارے لئے اتنا مان لینا انشاء اللہ کافی ہے کہ یہ واقعہ برحق ہے، یہ واقعہ رات کے صرف ایک حصہ میں ہوا، نیز بیداری کی حالت میں ہوا ہے اور حضور اکرم ﷺ کا یہ ایک بڑا معجزہ ہے۔

قریش کی تکذیب اور ان پر حجت قائم ہونا:

رات کے صرف ایک حصہ میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس جانا، انبیاء کرام کی امامت میں وہاں نماز پڑھنا، پھر وہاں سے آسمانوں تک تشریف لے جانا، انبیاء کرام سے ملاقات اور پھر اللہ جل شانہ کی دربار میں حاضری، جنت ودوزخ کو دیکھنا، مکہ مکرمہ تک واپس آنا اور واپسی پر قریش کے ایک تجارتی قافلہ سے ملاقات ہونا جو ملک شام سے واپس آرہا تھا۔ جب حضور اکرم ﷺ نے صبح کو معراج کا واقعہ بیان کیا تو قریش تعجب کرنے لگے اور جھٹلانے لگے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر انہوں نے یہ بات کہی ہے تو سچ فرمایا ہے۔ اس پر قریش کے لوگ کہنے لگے کہ کیا تم اس بات کی بھی تصدیق کرتے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ میں تو اس سے بھی زیادہ عجیب باتوں کی تصدیق کرتا ہوں اور وہ یہ کہ آسمانوں سے آپ کے پاس خبر آتی ہے۔ اسی وجہ سے ان کا لقب صدیق پڑ گیا۔ اس کے بعد جب قریش مکہ کی جانب سے حضور اکرم ﷺ سے بیت المقدس کے احوال دریافت کئے گئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیت المقدس کو حضور اکرم ﷺ کے لئے روشن فرمادیا، اُس وقت آپ ﷺ حطیم میں تشریف فرما تھے۔ قریش مکہ سوال کرتے جارہے تھے اور آپ ﷺ جواب دیتے جارہے تھے۔

سفر معراج کے بعض مشاہدات:

اس اہم وعظیم سفر میں آپ ﷺ کو جنت ودوزخ کے مشاہدہ کے ساتھ مختلف گناہگاروں کے احوال بھی دکھائے گئے جن میں سے بعض گناہگاروں کے احوال اس جذبہ سے تحریر کررہا ہوں کہ ان گناہوں سے ہم خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچنے کی ترغیب دیں۔

کچھ لوگ اپنے سینوں کو ناخنوں سے چھیل رہے تھے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں ایسے لوگوں پر گزرا جن کے ناخون تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے تھے۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے ہیں (یعنی ان کی غیبت کرتے ہیں) اور ان کی بے آبروئی کرنے میں پڑے رہتے ہیں۔ (ابوداود)

سود خوروں کی بدحالی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے سیر کرائی گئی میں ایسے لوگوں پر بھی گزرا جن کے پیٹ اتنے بڑے بڑے تھے جیسے (انسانوں کے رہنے کے) گھر ہوتے ہیں ان میں سانپ تھے جو باہر سے ان کے پیٹوں میں نظر آرہے تھے۔ میں نے کہا کہ اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ سود کھانے والے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

کچھ لوگوں کے سر پتھروں سے کچلے جارہے تھے:

آپ ﷺ کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے بھی ہوا جن کے سر پتھروں سے کچلے جارہے تھے، کچل جانے کے بعد پھر ویسے ہی ہوجاتے تھے جیسے پہلے تھے۔ اسی طرح یہ سلسلہ جاری تھا، ختم نہیں ہورہا

تھا۔آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ لوگ نماز میں کاہلی کرنے والے ہیں۔ (انوارالسراج فی ذکرالاسراء والمعراج۔شیخ مفتی عاشق الٰہیؒ)

زکاۃ نہ دینے والوں کی بدحالی:

آپ ﷺ کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے بھی ہوا جن کی شرمگاہوں پر آگے اور پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے ہیں اور اونٹ وبیل کی طرح چرتے ہیں اور کانٹے دار وخبیث درخت اور جہنم کے پتھر کھارہے ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکاۃ ادا نہیں کرتے ہیں۔ (انوارالسراج فی ذکرالاسراء والمعراج۔شیخ مفتی عاشق الٰہیؒ)

سڑا ہوا گوشت کھانے والے لوگ:

آپ ﷺ کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے بھی ہوا جن کے سامنے ایک ہانڈی میں پکا ہوا گوشت ہے اور ایک ہانڈی میں کچا اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہے، یہ لوگ سڑا ہوا گوشت کھارہے ہیں اور پکا ہوا گوشت نہیں کھارہے ہیں، آپ ﷺ نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس حلال اور طیب عورت موجود ہے مگر وہ زانیہ اور فاحشہ عورت کے ساتھ شب باشی کرتے ہیں اور صبح تک اسی کے ساتھ رہتے ہیں اور وہ عورتیں ہیں جو حلال اور طیب شوہر کو چھوڑ کر کسی زانی اور بدکار شخص کے ساتھ رات گزارتی ہیں۔ (انوارالسراج فی ذکرالاسراء والمعراج۔شیخ مفتی عاشق الٰہیؒ)

سدرۃ المنتھی کیا ھے؟

احادیث میں سدرۃ المنتہیٰ اور السدرۃ المنتھی دونوں طرح استعمال ہوا ہے۔قرآن کریم میں سدرۃ المنتہیٰ استعمال ہوا ہے۔سدرۃ کے معنی بیر کے ہیں اور منتہیٰ کے معنی انتہا ہونے کی جگہ کے

ہیں۔اس درخت کا یہ نام رکھنے کی وجہ صحیح مسلم میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اوپر سے جو احکام نازل ہوتے ہیں وہ اسی پر منتہی ہو جاتے ہیں اور جو بندوں کے اعمال نیچے سے اوپر جاتے ہیں وہ وہاں پر ٹھہر جاتے ہیں، یعنی آنے والے احکام پہلے وہاں آتے ہیں پھر وہاں سے نازل ہوتے ہیں اور نیچے سے جانے والے جو اعمال ہیں وہ وہاں ٹھہر جاتے ہیں پھر اوپر اٹھائے جاتے ہیں۔

﴿وضاحت﴾ واقعۂ معراج النبی ﷺ سے متعلق کوئی خاص عبادت ہر سال ہمارے لئے مسنون یا ضروری نہیں ہے۔تاریخ کے اس بے مثال واقعہ کو بیان کرنے کا اہم مقصد یہ ہے کہ ہم اس عظیم الشان واقعہ کی کسی حد تک تفصیلات سے واقف ہوں اور ہم اُن گناہوں سے بچیں جن کے ارتکاب کرنے والوں کا برا انجام نبی اکرم ﷺ نے اس سفر میں اپنی آنکھوں سے دیکھا اور پھر امت کو بیان فرمایا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرما اور دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی عطا فرما۔آمین۔

داڑھی کی شرعی حیثیت

داڑھی کی شرعی حیثیت کیا ہے، واجب ہے یا سنت؟ اور داڑھی منڈوانا جائز ہے یا مکروہ یا حرام؟ جمہور محدثین ومحققین وفقہاء اور علماء کرام نیز چاروں ائمہ (امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ) داڑھی کے واجب ہونے پر متفق ہیں۔ عصر حاضر میں بھی امت مسلمہ کے تقریباً تمام مکاتب فکر قرآن وحدیث کی روشنی میں وجوب کے ہی قائل ہیں۔

میں نے اس موضوع پر عربی واردو زبان کی متعدد کتابوں میں محدثین وفقہاء وعلماء کرام کے اقوال کا مطالعہ کیا، سب نے یہی اعتراف کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ارشادات سے داڑھی کا واجب ہونا ہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے امت مسلمہ کو داڑھی رکھنے کا امر (حکم) دیا ہے اور حکم وجوب کے لئے ہی ہوتا ہے اِلّا یہ کہ نبی اکرم ﷺ کے کسی دوسرے ارشاد یا عمل یا صحابہ کرام کے عمل سے معلوم ہو کہ آپ ﷺ کا حکم (امر) وجوب کے لئے نہیں بلکہ صرف تاکید کے لئے ہے۔ لیکن زیر بحث مسئلہ میں نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کی زندگیوں کے احوال سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا امت مسلمہ کو داڑھی رکھنے کا حکم وجوب کے لئے ہی ہے، چنانچہ خیر القرون میں صحابہ یا تابعین یا تبع تابعین میں سے کسی ایک محدث یا فقیہ یا عالم نے داڑھی کے عدم وجوب کا فتویٰ جاری نہیں فرمایا، بلکہ سب نے اس کے وجوب کا ہی فیصلہ فرمایا ہے۔ اس موضوع پر تفصیلات کے لئے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی عربی کتاب "وجوب اعفاء اللحیة" کا مطالعہ کریں جو سعودی عرب کے ادارۃ البحوث العلمیۃ والافتاء والدعوۃ والارشاد سے شیخ عبدالعزیز بن بازؒ کی تقریظ کے ساتھ شائع ہوئی ہے، اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی شائع ہوگیا ہے۔

اگر داڑھی کے صرف سنت ہونے کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو یہ عام سنت نہیں ہوگی بلکہ داڑھی رکھنا سنت مؤکدہ اشد التاکید ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی شعار بھی ہے اور تمام انبیاء کی سنت بھی ہے، نیز

فطرت انسانی بھی ہے اور فطرت انسانی کو بدلنے کی اجازت نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ الروم آیت ۳۰ میں ارشاد فرمایا ہے۔ برصغیر میں علم حدیث کی اہم وعظیم شخصیت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغۃ ۱۵۲/۱ میں تحریر کیا ہے کہ داڑھی کاٹنا اللہ کی تخلیق اور بناوٹ کو بدلنا ہے۔۔۔۔۔ بات یہیں ختم نہیں ہوجاتی بلکہ نبی اکرم ﷺ نے داڑھی کاٹنے کو مشرکین اور مجوسیوں کا طریقہ قرار دیا ہے اور آپ ﷺ نے داڑھی کاٹنے والوں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں فرمایا۔

آئیے اولاً داڑھی کے متعلق نبی اکرم ﷺ کے ارشادات کا مطالعہ کریں:

☆ عن عبداللہ بن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ: خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ، وَفِّرُوا اللِّحَى، وَاَحْفُوا الشَّوَارِبَ۔ وفی روایۃ قال رسول اللہ ﷺ: اَنْهِكُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللِّحَى۔ (بخاری / باب تقلیم الاظفار، مسلم / باب خصال الفطرۃ) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مشرکین کی مخالفت کرو یعنی داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کاٹو۔ ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: مونچھوں کو اچھی طرح کاٹو اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔

☆ عن عبداللہ بن عمرؓ قال ذُکر لرسول اللہ ﷺ المجوس فقال: اِنَّهُمْ يُوفُونَ سِبَالَهُمْ وَيُحْلِقُونَ لِحَاهُمْ فَخَالِفُوهُمْ۔ (صحیح ابن حبان ۴۰۸/۱۸) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے مجوس (آگ کی پرستش کرنے والے) کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ لوگ مونچھوں کو بڑھاتے ہیں اور داڑھیوں کو مونڈتے ہیں، پس تم ان کی مخالفت کیا کرو۔

☆ عن عبداللہ بن عمرؓ عن النبی ﷺ اَنَّــہ اُمِـرَ بِـاِحْـفَـاء الشَّـوَارِبِ وَاِعْفَاءِ اللِّحْيَةِ ۔ (مسلم / باب خصال الفطرۃ) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کو مونچھوں کے کاٹنے اور داڑھیوں کے بڑھانے کا حکم ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ داڑھیوں کے بڑھانے کا حکم احکم الحاکمین اللہ جل شانہ کی طرف سے ہے۔ اَمَـــــرَ کا لفظ بھی کتابوں میں آیا ہے، یعنی نبی اکرم ﷺ نے مونچھوں کے کاٹنے اور داڑھیوں کے بڑھانے کا حکم دیا ہے۔

☆ عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ: اِنَّ اَهْـلَ الشِّــرْكِ يُعْـفُـوْنَ شَـوَارِبَهُـمْ، وَيُـحْـفُـوْنَ لِـحَـاهُـمْ فَخَالِفُوهُمْ ، فَاعْفُوا اللِّحٰى وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ ۔ (رواہ البزاز بسند حسن) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مشرک لوگ مونچھوں کو بڑھاتے ہیں اور داڑھیوں کو کاٹتے ہیں پس تم ان کی مخالفت کرو، اور داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کاٹو۔

☆ عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ: جُزُّوا الشَّـوَارِبَ وَاَرْخُوا اللِّحٰى خَالِفُوا الْــمَـــجُــوْسَ (مسلم / باب خصال الفطرۃ) حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مونچھوں کو کاٹو اور داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مجوسیوں کی مخالفت کرو۔

☆ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دس خصلتیں فطرت میں سے قرار دی ہیں، جن میں سے پہلی خصلت مونچھوں کو کاٹنا اور دوسری خصلت داڑھی کو بڑھانا ہے۔۔۔۔ (مسلم / باب خصال الفطرۃ) یعنی داڑھی رکھنا فطرتِ انسانی اور اسلامی شعار ہے، نیز یہ تمام انبیاء کی سنت ہے، جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے بخاری کی شرح فتح الباری ۱۰/۳۳۹ میں اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے تنویر الحوالک شرح موطا الامام مالک ۲/۲۱۹ میں فطرت کی تشریح کے تحت تحریر کیا ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے جب مختلف ممالک کے بادشاہوں کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے خطوط لکھے، تو ان میں سے ایک خط کسریٰ شاہ فارس کے نام بھی لکھا۔ اُس کے پاس جب نامۂ مبارک پہونچا تو اس نے اس کو پھاڑ دیا اور یمن کے گورنر کو لکھا کہ دو مضبوط آدمیوں کو حجاز بھیجو جو اس شخص کو لے کر آئیں جس نے مجھے یہ خط تحریر کیا ہے۔ چنانچہ یمن کے گورنر نے شاہ فارس کسریٰ کے حکم سے دو فوجیوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا۔ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، ان کی داڑھیاں مونڈی ہوئی تھیں اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں، آپ ﷺ نے ان دونوں کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں فرمایا، پھر ان کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ تم دونوں کے لئے عذاب ہے، کس نے تم کو اس کا حکم دیا ہے؟ دونوں نے کہا کہ ہمارے رب یعنی کسریٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لیکن میرے رب نے تو مجھے داڑھی رکھنے اور مونچھیں کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ۴/۲۷۰، تاریخ ابن جریر ۳/۹۱۔۹۰، کتاب الوفاء باحوال المصطفیٰ للحافظ ابن الجوزی) اس واقعہ کو مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ نے اپنی مشہور ومعروف کتاب (حیاۃ الصحابہ ۱/ج ۱ ص ۱۱۵) میں مختلف سندوں کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

☆ جَاءَ رَجُل مِّنَ الْمَجُوسِ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ حَلَّقَ لِحْيَتَهُ وَاَطَالَ شَارِبَهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: مَا هٰذا؟ قَالَ: هٰذَا دِيْنُنَا. قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: فِيْ دِيْنِنَا اَنْ نَّجُزَّ الشَّارِبَ وَاَنْ نُّعْفِي اللِّحٰى. (روى ابن ابى شيبه ۸/ ۳۷۹) مجوسیوں میں سے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا جس نے اپنی داڑھی مونڈی ہوئی تھی اور اپنی مونچھ بڑھائی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ ہمارا دین ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لیکن ہمارے دین میں تو یہ ہے کہ ہم مونچھیں کاٹتے ہیں اور داڑھیاں بڑھاتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کا تذکرہ:

سیدالانبیاء والمرسلین وخاتم الانبیاء وخیرالبریہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ داڑھی رکھتے تھے، جیسا کہ احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کا کثرت سے ذکر ملتا ہے۔

عن جابر بن سمرہؓ قال: کَانَ رَسُولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم کَثِیرَ شَعْرِ اللِّحْیَةِ۔ (مسلم، کتاب الفضائل، باب شبیہ صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ کی داڑھی مبارک میں بہت زیادہ بال تھے۔

عن ہند بن ابی ہالہؓ قال: کَانَ رَسُولُ اللّٰہِ کَثَّ اللِّحْیَةِ (رواہ الترمذی فی الشمائل والبیہقی فی شعب الایمان) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔ حضرت براءؓ سے انہیں الفاظ کے ساتھ (نسائی ۵۲۳۲) میں روایت مذکور ہے۔ حضرت علیؓ سے انہیں الفاظ کے ساتھ (مسند احمد ۱۰۲/۲) میں روایت مذکور ہے۔

عن علیؓ قال: کَانَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم عَظِیمَ اللِّحْیَةِ (مسند احمد ۱۲۷/۱) حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک بہت گھنی تھی۔

حضرت عائشہؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت ابوایوب انصاریؓ اور دیگر صحابہ کرام سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو کے وقت داڑھی میں خلال کرنے کا تذکرہ احادیث کی کتابوں میں موجود ہے۔

غرضیکہ صحابہ کرام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کو مختلف الفاظ میں ذکر کیا ہے، اُن الفاظ کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک گھنی اور زیادہ بالوں والی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کے وقت داڑھی میں خلال بھی کیا کرتے تھے، اور کبھی کبھی اسمیں مہندی بھی لگاتے تھے۔ خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام کی داڑھی مبارک کا تذکرہ احادیث کی کتابوں میں موجود ہے، لیکن مضمون کی طوالت سے بچنے کے لئے ان کا تذکرہ نہیں کررہا ہوں۔ کسی بھی صحابی سے داڑھی کا مونڈنا یا ایک مشت سے

کم داڑھی رکھنا ثابت نہیں ہے۔

داڑھی کی مقدار:

نبی اکرم ﷺ کی واضح تعلیمات کی بناء پر جمہور محدثین، فقہاء اور علماء کرام داڑھی کے وجوب کے تو قائل ہیں، البتہ یہ داڑھی کتنی رکھی جائے اور کیا داڑھی کی حد نبی اکرم ﷺ نے متعین کی ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں فقہاء وعلماء کرام کا اختلاف زمانۂ قدیم سے چلا آرہا ہے۔ اگرچہ یہ بات بڑے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات میں داڑھی کی حد کے متعلق خاص وضاحت نہیں ملتی ہے۔ ہاں ترمذی (کتاب الادب / باب ماجاء فی الاخذ من اللحیۃ) میں ایک روایت ہے جو سند کے اعتبار سے یقیناً کمزور ہے، اس میں ذکر کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی داڑھی مبارک کے طول وعرض سے زائد بال کاٹ دیا کرتے تھے۔ نیز بعض صحابہ کرام مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایک مشت کے بعد اپنی داڑھی کا کاٹنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ جیسا کہ امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا عمل ذکر فرمایا ہے۔ (بخاری، کتاب اللباس ج ۲ ص ۸۷۵)

غرضیکہ داڑھی کی مقدار کے سلسلہ میں تابعین، تبع تابعین اور اس کے بعد کے زمانے میں علماء کرام کی چند آراء ملتی ہیں، البتہ ایک مشت سے کم رکھنے کا جواز کسی صحابی یا تابعی یا تبع تابعی یا کسی معتبر محدث یا فقیہ سے کہیں نہیں ملتا۔

داڑھی کی مقدار کے سلسلہ میں فقہاء کے اقوال:

☆ داڑھی کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے، یعنی کسی طرف سے کوئی بال نہ کاٹا جائے۔ امام شافعیؒ کے دو اقوال میں سے ایک قول، جس کو امام نوویؒ نے راجح قرار دیا ہے، نیز امام احمد بن حنبلؒ کی دو رائے میں سے ایک رائے یہی ہے۔

☆ داڑھی کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے، البتہ حج یا عمرہ سے فراغت کے بعد داڑھی کے دائیں

اور بائیں جانب سے تھوڑا کاٹ لیا جائے۔ امام شافعیؒ کے دو اقوال میں سے دوسرا قول یہی ہے، جس کو حافظ ابن حجرؒ نے راجح قرار دیا ہے۔

☆ داڑھی کے دائیں اور بائیں جانب جو بال بکھرے ہوئے ہیں، ایک قبضہ (مٹھی) کی شرط کے بغیر ان کو کاٹ لیا جائے۔ امام مالکؒ کی رائے یہی ہے جس کو قاضی عیاضؒ نے راجح قرار دیا ہے۔

☆ ایک قبضہ (مٹھی) کے بعد داڑھی کے بال کاٹ لئے جائیں۔ امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہی ہے کہ ایک مشت ہی داڑھی رکھنا سنت ہے اور ایک مشت (قبضہ) سے کم داڑھی کے بال کاٹنا جائز نہیں ہیں۔ اسی رائے کو تمام علماء احناف نے راجح قرار دیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے مشہور و معروف شاگرد امام محمدؒ نے اپنی تصنیف کتاب الآثار میں تحریر کیا ہے کہ ہم نے روایت کیا امام ابوحنیفہؒ سے اور وہ روایت کرتے ہیں ھیثمؒ سے اور وہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے کہ وہ یعنی حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اپنی داڑھی مٹھی میں لے کر مٹھی بھر سے زائد کو یعنی جو مٹھی سے نیچے لٹکی ہوئی باقی رہ جاتی تو وہ اسے کاٹ دیا کرتے تھے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے اور یہی قول امام ابوحنیفہؒ کا بھی ہے۔۔۔ چنانچہ فقہ حنفی کی تمام مشہور و معروف کتابوں میں یہی تحریر ہے کہ ایک مشت داڑھی رکھنا سنت ہے اور اگر داڑھی ایک مشت سے کم ہو تو اس کا ٹنا جائز نہیں ہے۔

داڑھی کے متعلق نبی اکرم ﷺ کی واضح تعلیمات سب سے زیادہ مستند و معتبر سندوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے واسطے سے ہی امت مسلمہ کو پہونچی ہیں اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ ان صحابہ کرام میں سے ہیں جن سے بڑے بڑے صحابہ کرام بھی مسائل میں رجوع فرماتے تھے، نیز وہ نبی اکرم ﷺ کے بڑے فدائی تھے اور آپ ﷺ کی سنتوں کی پیروی میں بہت زیادہ پیش پیش رہنے والے تھے، ان کے عمل کو بطور معیار پیش کیا جاتا ہے۔ امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے داڑھی سے متعلق ان کے عمل کو ترازو بنا کر پیش کیا ہے کہ وہ حج وعمرہ سے فارغ ہونے کے موقع

پر احرام کھولتے تو داڑھی کو مٹھی میں لے کر زائد حصہ کاٹ دیا کرتے تھے۔ (بخاری، کتاب اللباس ج۲ ص۸۷۵)

حافظ ابن حجرؒ شرح بخاری میں طبری سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک جماعت کہتی ہے کہ داڑھی جب ایک مشت سے زائد ہو جائے تو زائد کو کتر دیا جائے، پھر طبری نے اپنی سند سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ داڑھی کے اگلے اور لٹکنے والے حصہ کو بڑھا ہوا رکھتے تھے مگر حج اور عمرہ میں (یعنی حج اور عمرہ سے فارغ ہو کر) اسے کاٹ دیا کرتے تھے۔ (رواہ ابوداود باسناد صحیح ۱۹۸/۴)

داڑھی کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بعد سب سے زیادہ روایات حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہیں، ان کا عمل بھی ایک مشت کے بعد داڑھی کاٹنے کا مذکور ہے۔ (نصب الرایہ ج۲ ص۴۵۸)

امام غزالیؒ نے اپنی کتاب (الاحیاء ۱۴۳/۱) میں تحریر کیا ہے کہ ایک مشت سے زیادہ داڑھی کے کاٹنے میں علماء کا اختلاف ہے لیکن اگر کوئی ایک مشت کے بعد داڑھی کے بال کاٹ دیتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور تابعین سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ علامہ ابن سیرینؒ نے ایک ہی مشت داڑھی رکھنے کو مستحسن قرار دیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنی کتاب (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۲۸) میں لکھتے ہیں: داڑھی منڈانا حرام ہے اور ایک مشت کی مقدار تک اس کا بڑھانا واجب ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب (شرح العمدۃ ۲۳۶/۱) میں تحریر کیا ہے کہ اعفاء اللحیہ کے معنی داڑھی کو اپنے حال پر چھوڑنے کے ہیں، لیکن اگر کوئی ایک مشت کے بعد داڑھی کاٹتا ہے یا دائیں و بائیں جانب بکھرے ہوئے بال کو کاٹتا ہے تو وہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنا حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے

ثابت ہے۔

صفوۃ التفاسیر کے مصنف اور مسجد حرام کے مدرس **شیخ محمد بن علی الصابونی**ؒ کا ایک مقالہ سعودی عرب کے مشہور ومعروف اخبار (**المدینہ**) میں ۲۴ محرم ۱۴۱۵ھ کو شائع ہوا تھا جس میں انہوں نے دلائل کے ساتھ تحریر کیا تھا کہ داڑھی کے بالوں کو بکھرا ہوا نہ چھوڑا جائے بلکہ جو بال ادھر ادھر بکھرے ہوئے ہوں ان کو کاٹ کر داڑھی کو سنوارا جائے اور اس کو اس طرح نہ چھوڑا جائے کہ بچے ڈرنے لگیں اور بڑے لوگ کنارہ کشی اختیار کرنے لگیں۔۔۔۔۔

﴿نوٹ﴾ عصر حاضر کے بعض علماء کرام نے ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، البتہ یہ علماء کرام بھی داڑھی کو کم از کم ایک مشت ہی رکھنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ایک شبہ کا ازالہ:

بعض حضرات کہہ دیتے ہیں کہ قرآن کریم میں داڑھی کا حکم کہاں ہے؟ میں ان حضرات سے سوال کرتا ہوں کہ قرآن کریم میں یہ کہاں ہے کہ جو قرآن میں ہو بس اسی پر عمل کرنا لازم ہے اور قرآن میں یہ کہاں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو مت مانو، بلکہ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بے شمار جگہوں پر رسول اکرم کی ﷺ اطاعت کا حکم دیا ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ (سورۃ النساء ۸۰) نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جگہ جگہ اپنی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو ضروری قرار دیا ہے، اگر قرآن کریم ہی ہمارے لئے کافی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جگہ جگہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم کیوں دیا ہے؟ اس موضوع پر تفصیل کے لئے میرے مضمون **حجیۃ حدیث** کو پڑھیں۔

میں نے حجیت حدیث کے مضمون میں دلائل کے ساتھ تحریر کیا تھا کہ احادیث شریفہ کے بغیر قرآن

کریم کو سمجھنا ناممکن ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النحل آیت ۴۴ اور ۶۴ میں واضح طور پر فرمایا ہے کہ قرآن کریم کے مفسر اول حضور اکرم ﷺ ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ آپ ﷺ امت مسلمہ کے سامنے قرآن کریم کے احکام ومسائل کھول کھول کر بیان کریں۔

پھر بھی ان حضرات کے اطمینان کے لئے ذکر ہے کہ داڑھی کا تذکرہ قرآن کریم (سورۃ طٰہٰ ۹۴) میں آیا ہے: یَا ابْنَ اُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی مبارک پکڑی تو حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا: اے میری ماں کے بیٹے! میری داڑھی کو نہ پکڑو۔

داڑھی کو خضاب یا مہندی سے رنگنا:

اگر بڑھاپے کی وجہ سے داڑھی یا سر کے بال سفید ہوگئے ہیں تو نبی اکرم ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں علماء کرام کا متفق علیہ فیصلہ ہے کہ بال کو خالص کالے رنگ سے رنگنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں تخلیق کو بدلنا ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کے جوانی میں ہی کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے بال سفید ہوگئے ہوں تو جوانی میں بالوں کو خالص کالے رنگ سے رنگنے کے متعلق علماء کرام کا اختلاف ہے، لیکن بچنے میں خیر ہے۔ البتہ خالص کالے رنگ کے علاوہ مہندی یا سیاہی مائل کسی رنگ سے بالوں کا رنگنا سب کے لئے خواہ بوڑھے ہوں یا جوان نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔

☆ حضرت ابوقحافہؓ کو فتح مکہ کے دن نبی اکرم ﷺ کے پاس اس حال میں لایا گیا کہ ان کے بال بالکل سفید تھے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ان کے بالوں کی سفیدی کو بدلو، البتہ کالے رنگ سے بچو۔ (مسلم، ابوداود، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد)

☆ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بالوں کی سفیدی کو بدلنے کے لئے حناء اور کتم کا استعمال کیا

کرو۔(ابوداؤد،نسائی،ترمذی،ابن ماجہ) حناء مہندی کو کہتے ہیں جبکہ کتم بھی مہندی کی طرح ہی ہوتا ہے لیکن بالوں پر استعمال کے بعد اس کا رنگ سیاہی مائل ہوجاتا ہے۔

☆ نبی اکرم ﷺ اپنی داڑھی کو زرد رنگ سے رنگتے تھے۔ (ابوداود/ باب فی المصبوغ بالصفرة)

☆ حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آخری زمانے میں کچھ لوگ خالص کالے رنگ سے اپنے بالوں کو رنگیں گے، ان لوگوں کو جنت کی خوشبو بھی نصیب نہ ہوگی۔ (ابوداود،نسائی)

خلاصۂ کلام:

میرے عزیزو! داڑھی رکھنے میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت، آپ کی اتباع اور آپ سے محبت کا اظہار ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جو حکم دیا ہے اس سے داڑھی کا واجب ہونا ہی ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن دور حاضر میں بعض لوگ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا ذرا بھی خیال نہیں کرتے اور نہ صرف داڑھی منڈواتے ہیں بلکہ داڑھی پر مختلف تبصرے کرنے شروع کر دیتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ داڑھی نہ رکھنا گناہ ہے لیکن داڑھی پر غلط تبصرے کرنا یا داڑھی کا مزاق اڑانا کفر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی اکرم ﷺ سے سچی محبت کرنے والا بنائے اور داڑھی رکھنے والا بنائے۔ آمین، ثم آمین۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

(ہر متنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے)

خالق کائنات اللہ رب العزت نے ہر جاندار کے لئے موت کا وقت اور جگہ متعین کر دی ہے اور موت ایسی شی ہے کہ دنیا کا کوئی بھی شخص خواہ وہ کافر یا فاجر حتی کہ دہر یہ ہی کیوں نہ ہو، موت کو یقینی مانتا ہے۔ اور اگر کوئی موت پر شک وشبہ بھی کرے تو اسے بے وقوفوں کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ بڑی بڑی مادی طاقتیں اور مشرق سے مغرب تک قائم ساری حکومتیں موت کے سامنے عاجز و بے بس ہو جاتی ہیں۔

موت بندوں کو ہلاک کرنے والی، بچوں کو یتیم کرنے والی، عورتوں کو بیوہ بنانے والی، دنیاوی ظاہری سہاروں کو ختم کرنے والی، دلوں کو تھرانے والی، آنکھوں کو رلانے والی، بستیوں کو اجاڑنے والی، جماعتوں کو منتشر کرنے والی، لذتوں کو ختم کرنے والی، امیدوں پر پانی پھیرنے والی، ظالموں کو جہنم کی وادیوں میں جھلسانے والی اور متقیوں کو جنت کے بالا خانوں تک پہنچانے والی شی ہے۔

موت نہ چھوٹوں پر شفقت کرتی ہے، نہ بڑوں کی تعظیم کرتی ہے، نہ دنیاوی چودھریوں سے ڈرتی ہے، نہ بادشاہوں سے ان کے دربار میں حاضری کی اجازت لیتی ہے۔ جب بھی حکم خداوندی ہوتا ہے تو تمام دنیاوی رکاوٹوں کو چیرتی اور پھاڑتی ہوئی مطلوب کو حاصل کر لیتی ہے۔

موت نہ نیک صالح لوگوں پر رحم کھاتی ہے، نہ ظالموں کو بخشتی ہے۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والوں کو بھی موت اپنے گلے لگا لیتی ہے اور گھر بیٹھنے والوں کو بھی موت نہیں چھوڑتی۔ اخروی ابدی زندگی کو دنیاوی فانی زندگی پر ترجیح دینے والے بھی موت کی آغوش میں سو جاتے ہیں، اور دنیا کے دیوانوں کو بھی موت اپنا لقمہ بنا لیتی ہے۔

موت آنے کے بعد آنکھ دیکھ نہیں سکتی، زبان بول نہیں سکتی، کان سن نہیں سکتے، ہاتھ پیر کام نہیں

کر سکتے۔موت نام ہے روح کا بدن سے تعلق ختم ہونے کا اور انسان کا دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کرنے کا۔ترقی یافتہ سائنس بھی روح کو سمجھنے سے قاصر ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں واضح طور پر اعلان فردیا ہے: (قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی) روح صرف اللہ کا حکم ہے۔ موت پر انسان کے اعمال کا رجسٹر بند کر دیا جاتا ہے، اور موت پر توبہ کا دروازہ بند اور جزا وسزا کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے یہاں تک کہ اُس کا آخری وقت آجائے۔ہم ہر روز، ہر گھنٹہ، بلکہ ہر لمحہ اپنی موت کے قریب ہوتے جا رہے ہیں۔سال، مہینے اور دن گزرنے پر ہم کہتے ہیں کہ ہماری عمر اتنی ہوگئی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ایام ہماری زندگی سے کم ہو گئے۔

موت ایک مصیبت بھی ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے فَاَصَابَتْکُمْ مُصِیْبَۃُ الْمَوْتِ (سورۃ المائدۃ ۱۰٦) اور وہیں تمہیں موت کی مصیبت پیش آجائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پاک کلام کی متعدد آیات میں موت اور اس کی حقیقت کو بیان کیا ہے۔ جن میں سے چند آیات پیش خدمت ہیں:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (سورۃ آل عمران ۱۸۵) ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور تم سب کو (تمہارے اعمال کے) پورے پورے بدلے قیامت ہی کے دن ملیں گے۔پھر جس کو دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا، وہ صحیح معنی میں کامیاب ہوگیا، اور یہ دنیاوی زندگی تو (جنت کے مقابلے میں) دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی کامیابی کا معیار ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس حال میں ہماری موت آئے کہ ہمارے لئے جہنم سے چھٹکارے اور دخولِ جنت کا فیصلہ ہو چکا ہو۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ. وَيَبْقىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُوْ الْجَلَالِ وَالْاِكْرَام (سورۂ رحمٰن ۲۶۔۲۷)
اس زمین میں جو کوئی ہے، فنا ہونے والا ہے۔ اور (صرف) تمہارے پروردگار کی جلال والی اور فضل وکرم والی ذات باقی رہے گی۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهُ، لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (سورۂ القصص ۸۸) ہر چیز فنا ہونے والی ہے، سوائے اللہ کی ذات کے۔ حکومت اسی کی ہے، اور اُسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُوْنَ، كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً، وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ (سورۂ الانبیاء ۳۴۔۳۵)
(اے پیغمبر!) تم سے پہلے بھی ہمیشہ زندہ رہنا ہم نے کسی فرد بشر کے لئے طے نہیں کیا۔ چنانچہ اگر تمہارا انتقال ہو گیا تو کیا یہ لوگ ایسے ہیں جو ہمیشہ زندہ رہیں؟ ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اور ہم تمہیں آزمانے کے لئے بری اور اچھی حالتوں میں مبتلا کرتے ہیں اور تم سب ہمارے ہی پاس لوٹ کر آؤ گے۔

اَيْنَمَا تَكُوْنُوا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ (سورۂ النساء ۷۸) تم جہاں بھی ہو گے (ایک نہ ایک دن) موت تمہیں جا پکڑے گی۔ چاہے تم مضبوط قلعوں میں ہی کیوں نہ رہ رہے ہو۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهُ مُلَاقِيْكُمْ (سورہ الجمعہ ۸) (اے نبی!) آپ کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو، وہ تم سے آ ملنے والی ہے۔ یعنی وقت آنے پر موت تمہیں ضرور اچک لے گی۔

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (سورۂ الاعراف ۳۴) چنانچہ جب

اُن کی مقررہ میعاد آجاتی ہے تو وہ گھڑی بھر بھی اُس سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتے۔

وَمَا تَـدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ (سورہ لقمان ۳۴) اور نہ کسی متنفس کو یہ پتہ ہے کہ زمین کے کس حصہ میں اُسے موت آئے گی۔

ان مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کا مرنا یقینی ہے لیکن موت کا وقت اور جگہ سوائے اللہ کی ذات کے کسی بشر کو معلوم نہیں۔ چنانچہ بعض بچپن میں، تو بعض عنفوان شباب میں اور بعض ادھیڑ عمر میں، جبکہ باقی بڑھاپے میں داعی اجل کو لبیک کہہ جاتے ہیں۔ بعض صحت مند تندرست نوجوان سواری پر سوار ہوتے ہیں لیکن انہیں نہیں معلوم کہ وہ موت کی سواری پر سوار ہو چکے ہیں۔

میرے بھائیو اور بہنوں! یہی دنیاوی فانی وقتی زندگی، اخروی ابدی زندگی کی تیاری کے لئے پہلا اور آخری موقع ہے، جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: حَتّٰـی اِذَا جَـآءَ اَحَـدَهُـمُ الْمَوْتُ قَـالَ رَبِّ ارْجِـعُـوْنِ لَـعَـلِّـیْ اَعْمَلُ صَالِحاً فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِن وَّرَائِهِمْ بَـرْزَخٌ اِلَـی یَـوْمِ یُبْعَثُوْنَ (سورۃ المؤمنون ۹۹ و ۱۰۰) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی پر موت آ کھڑی ہوگی تو وہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار! مجھے واپس بھیج دیجئے تا کہ جس دنیا کو میں چھوڑ آیا ہوں، اس میں جا کر نیک اعمال کروں۔ ہرگز نہیں، یہ تو بس ایک بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے، اب ان سب (مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخ ہے جب تک کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں۔ لہذا ضروری ہے کہ ہم افسوس کرنے یا خون کے آنسو بہانے سے قبل، اس دنیاوی فانی زندگی میں ہی اپنے مولا کو راضی کرنے کی کوشش کریں تا کہ ہماری روح ہمارے بدن سے اس حال میں جُدا ہو کہ ہمارا خالق و مالک و رازق ہم سے راضی ہو۔ آج ہم صرف فانی زندگی کے عارضی مقاصد کو سامنے رکھ کر دنیاوی زندگی گزارتے ہیں اور دنیاوی زندگی کے عیش و آرام اور وقتی عزت کے لئے جدوجہد کرتے ہیں، لہذا آیئے دنیا کو دنیا کے پیدا کرنے والے کی ہی زبانی سمجھیں:

وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (سورۃ آل عمران ۱۸۵) اور یہ دنیاوی زندگی تو (جنت کے مقابلے میں) دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔

فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ (سورۃ التوبہ ۳۸) دنیاوی زندگی کا فائدہ آخرت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں، مگر بہت تھوڑا۔

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا (سورۃ النساء ۷۷) کہہ دو کہ دنیا کا فائدہ تو تھوڑا سا ہے۔ اور جو شخص تقویٰ اختیار کرے اس کے لئے آخرت کہیں زیادہ بہتر ہے۔ اور تم پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَّ اِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ، لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (سورہ العنکبوت ۶۴) اور یہ دنیاوی زندگی کھیل کود کے سوا کچھ بھی نہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ دار آخرت ہی اصل زندگی ہے، اگر یہ لوگ جانتے ہوتے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (سورۃ آل عمران ۱۴) لوگوں کے لئے اُن چیزوں کی محبت خوشنما بنا دی گئی ہے جو اُن کی نفسانی خواہش کے مطابق ہوتی ہے، یعنی عورتیں، بچے، سونے چاندی کے لگے ہوئے ڈھیر، نشان لگائے ہوئے گھوڑے، چوپائے اور کھیتیاں یہ سب دنیاوی زندگی کا سامان ہیں۔

اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ہم دنیاوی زندگی کو نظر انداز کر کے رہبانیت اختیار کر لیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ کے خوف کے ساتھ دنیاوی فانی زندگی گزاریں اور اخروی زندگی کی کامیابی کو ہر حال میں ترجیح دیں۔

الحمدللہ! ہم ابھی بقید حیات ہیں اور موت کا فرشتہ ہماری جان نکالنے کے لئے کب آجائے، معلوم

نہیں۔حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچ امور سے قبل پانچ امور سے فائدہ اٹھایا جائے۔ بڑھاپہ آنے سے قبل جوانی سے۔مرنے سے قبل زندگی سے۔ کام آنے سے قبل خالی وقت سے۔ غربت آنے سے قبل مال سے۔ بیماری سے قبل صحت سے۔۔۔ لہذا ہمیں توبہ کرکے نیک اعمال کی طرف سبقت کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَتُوبُوا اِلَی اللّٰهِ جَمِيعاً اَيُّهَ الْمُؤمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْن (سورۂ النور ۳۱) اور اے مومنو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: قُلْ يَا عِبَادِیَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوا عَلَى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ، اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعاً، اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (سورہ الزمر ۵۳) کہہ دو کہ: "اے میرے وہ بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر رکھی ہے، یعنی گناہ کر رکھے ہیں، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔یقین جانو اللہ سارے کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔یقیناً وہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے"۔

میرے عزیز بھائیو! قیامت کے دن کسی انسان کا قدم اللہ تعالیٰ کے سامنے سے ہٹ نہیں سکتا یہاں تک کہ وہ پانچ سوالات کا جواب دیدے: زندگی کہاں گزاری؟ جوانی کہاں لگائی؟ مال کہاں سے کمایا؟ یعنی حصولِ مال کے اسباب حلال تھے یا حرام۔ مال کہاں خرچ کیا؟ یعنی مال سے متعلق اللہ اور بندوں کے حقوق ادا کئے یا نہیں۔علم پر کتنا عمل کیا؟

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اُذْكُرُوا هَاذِمَ اللَّذَّاتِ، ایک روایت میں ہے اَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ (ترمذی) لذتوں کو ختم کرنے والی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔

موت کو یاد کرنے کے چند اسباب یعنی وہ اعمال جن سے موت یاد آتی ہے، یہ ہیں:

۱) وقتاً فوقتاً قبرستان جانا۔حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبروں کی زیارت کیا کرو، اس سے تمہیں آخرت یاد رہے گی۔(مسند احمد و ابوداود)

۲) مُردوں کو غسل دینا یا اُن کے غسل کے وقت حاضر رہنا۔

۳) اگر موقع میسر ہو تو انتقال کرنے والے شخص کے آخری لمحات دیکھنا اور اُن کو کلمہ شہادت کی تلقین کرنا۔

۴) جنازہ میں شرکت کرنا۔

۵) بیماروں اور بوڑھوں سے ملاقات کرنا۔

۶) آندھی، طوفان اور زلزلے کے وقت انسانوں کی کمزوری اور اللہ جلَّ جلالہ وعمَّ نوالہ کی طاقت وقوت کا اعتراف کرنا۔

۷) پہلی امتوں کے واقعات پڑھنا۔

موت کو کثرت سے یاد کرنے والوں کو اللہ کی جانب سے مذکورہ اعمال کی توفیق ہوتی ہے:

۱) گناہوں سے توبہ نصیب ہوتی ہے۔

۲) گناہوں سے حفاظت ہوتی ہے۔

۳) سخت دل نرم ہو جاتا ہے اور وقتاً فوقتاً آنکھوں سے آنسو بہہ جاتے ہیں۔

۴) دل قناعت پسند بن جاتا ہے۔

۵) عبادت میں نشاط پیدا ہوتی ہے۔

۶) بہت ساری دشواریاں آسان ہو جاتی ہیں۔

۷) لمبی لمبی امیدیں اور امنگیں کم ہو جاتی ہے۔

۸) تواضع اور انکساری پیدا ہوتی ہے جس سے انسان دوسروں پر ظلم کرنے اور کبر کرنے سے محفوظ رہتا ہے۔

۹) اخروی زندگی یاد رہتی ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔

مرتد کی سزا قرآن وحدیث کی روشنی میں

۲۰۱۴ کے پارلیمانی الیکشن کے بعد ہندوستان کی سیاست میں زبردست تبدیلی رونما ہوئی ہے، جس کی وجہ سے فرقہ پرست عناصر کے حوصلے بہت بڑھ گئے ہیں اورانہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی کر کے فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو نیست ونابود کرنے کی سرگرمیوں کو تیز کردیا ہے۔ چنانچہ کبھی شرآمیز بیانات سے مدارس اسلامیہ کی کردارکشی کی جارہی ہے تو کبھی ''لو جہاد'' کے نام سے ہندوؤں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کے بیج بوکر یہاں پرامن ماحول کو بگاڑا جارہا ہے۔تازہ واقعہ آگرہ کا ہے جہاں ایک فتنہ پرور تنظیم نے پیسوں اور دیگر مادی فوائد کا لالچ دے کر غریب مسلمانوں کو ہندو بنانے کی ناپاک کوشش کی ہے اور اپنے اس عمل کو ''گھر واپسی'' کا نام دیا ہے، جس کی وجہ سے صورت حال بد سے بدتر ہونے کا خدشہ ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر میں مذہب کی تبدیلی یعنی مرتد ہوجانا انسان کے لئے بہت بڑی مصیبت ہے جو دنیا وآخرت ہر اعتبار سے انسان کو برباد کرنے والی ہے۔لہٰذا میں نے ضرورت محسوس کی کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس تباہ کن گناہ کا ذکر کروں تاکہ عام لوگ اس کے بڑے بڑے نقصانات سے واقف ہوسکیں۔الحمد للہ! آگرہ کے مسلمانوں کی تبدیلی مذہب حقیقت میں اُن کے ساتھ ایک دھوکہ ثابت ہوئی جو بہت جلدی ہی ان کے سامنے واضح ہوگیا جس سے فوراً ہی وہ حضرات اپنے حقیقی مالک ورازق وخالق سے تائب ہوکر اپنے مذہب اسلام میں واپس آگئے۔اللہ تعالیٰ ان کو اسلام پر ثابت قدم رکھے، ہم تمام مسلمانوں کو دشمنان اسلام کے ناپاک ارادوں سے محفوظ فرمائے اور ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔مضمون کے آخر میں چند ایسی تدابیر بھی ذکر کی ہیں جن کے ذریعہ ہم اس تباہ کن گناہ سے خود بھی بچ سکتے ہیں اور اپنے بھائیوں کو بھی محفوظ رکھ سکتے ہیں۔

اسلام میں غیر مسلموں کے لئے تبلیغ وترغیب تو ہے لیکن اسلامی تعلیمات کے مطابق جبراً کسی غیر مسلم

کو مسلمان نہیں بنایا جاسکتا۔ لیکن اگر کوئی شخص اسلام سے پھر جائے یعنی مرتد ہو جائے تو پہلے اسے دوبارہ مذہب اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی جائے گی اور ہر ممکن کوشش کی جائے گی کہ وہ دوبارہ مذہب اسلام اختیار کرلے تاکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے دردناک عذاب سے بچ جائے۔ اگر دین اسلام سے پھرنے والا یعنی مرتد مذہب اسلام کو دوبارہ اختیار کرلیتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کے ساتھ کلمہ شہادت بھی پڑھنا ہوگا، لیکن اگر کوئی مرتد دوبارہ اسلام قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے تو جس طرح دنیاوی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے والوں کو پھانسی پر لٹکایا جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے باغی کو بھی کسی طرح کی رعایت نہیں دی جائے گی اور اسے اسلامی حکومت قتل کرائے گی جیسا کہ ابتداء اسلام سے آج تک تمام مفسرین، محدثین، فقہاء وعلماء کرام نے قرآن وحدیث اور خلفاء راشدین کے اقوال وافعال کی روشنی میں فیصلہ فرمایا ہے۔ ہندوستان جیسے غیر مسلم ممالک میں اس حکم کی تنفیذ اگرچہ نہیں ہوسکتی، پھر بھی کم ازکم ایک مسلمان کو یہ ضرور معلوم ہونا چاہئے کہ شوہر کے مرتد ہونے پر بیوی کا اس کے ساتھ رہنا جائز نہیں، اس کے مسلمان والدین یا قریبی رشتہ دار کے انتقال پر اس کو وراثت میں کوئی حصہ نہیں ملے گا اور ارتداد کی حالت میں انتقال پر اس کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی جائے گی اور نہ مرنے کے بعد اس کے لئے استغفار کیا جائے گا، وغیرہ وغیرہ۔

آیات قرآنیہ:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کے بعض لوگوں کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ بچھڑے کی عبادت کرنے کی وجہ سے مرتد ہوگئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق حکم فرمایا: فَتُوبُوٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوٓا اَنْفُسَكُمْ (سورۃ البقرۃ، آیت ۵۴) لہٰذا اب اپنے خالق سے توبہ کرو اور اپنے آپ کو قتل کرو۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے تحریر کیا ہے کہ جن لوگوں نے گئوسالہ پرستی کی تھی اور مرتد ہوگئے تھے، ان کو اُن لوگوں کے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق قتل کرایا گیا

جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی تھی۔ ان لوگوں کا واقعہ بیان فرما کر اللہ تعالیٰ سورۃ الاعراف، آیت ۱۵۲ میں ارشاد فرماتا ہے: وَ کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ اور یہی سزا ہم دیتے ہیں بہتان باندھنے والوں کو۔ بنی اسرائیل کے اس واقعہ کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عادت جاریہ بیان فرمائی کہ مرتد ہونے والے شخص کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں یا دیں گے کیونکہ نَجْزِی فعل مضارع کا صیغہ ہے جس میں حال اور مستقبل دونوں کے معنی پائے جاتے ہیں۔ غرضیکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسلام سے مرتد ہونے والے شخص کے متعلق اپنا فیصلہ بیان فرمایا۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں علماء امت کا اتفاق ہے کہ گزشتہ شریعتوں کے احکام جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے بیان کئے ہوں اور ان پر کوئی نکیر نہ کی ہو تو اس امت پر وہ عمل اسی نوعیت سے باقی رہے گا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مرتد ہونے والے شخص کو وَ کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ کہہ کر قتل کرنے کی تائید کی ہے۔ نیز قرآن کریم کے پہلے مفسر حضور اکرم ﷺ نے مرتد ہونے والے شخص کو واضح طور پر قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔

زمین میں فساد برپا کرنے والوں اور قتل وغارت گری کرنے والوں کے لئے سورۃ المائدہ، آیت ۳۳ میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ...... حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال کی روشنی میں مفسرین نے تحریر کیا ہے کہ یہ آیت اُن لوگوں کے بارے میں بھی ہے جو مرتد ہوگئے ہوں۔ چنانچہ عکل اور عرینہ والوں کو حضور اکرم ﷺ نے بیت المال کے اونٹوں کو ہنکا لے جانے اور ان چرواہوں کو قتل کرنے کے جرم میں جو عبرت انگیز سزا دی، امام بخاریؒ نے اس واقعہ کو اسی آیت کے تحت ذکر کیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ کی جو سرکوبی کی وہ اسی حکم کے تحت کی۔ مسیلمہ کذاب کا فتنہ بھی اسی محاربۃ اللہ ورسولہ کے تحت آتا ہے۔

احادیث نبویہ:

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ جس نے اپنا دین (اسلام) بدل دیا تو اس کو قتل کردو۔ (صحیح بخاری، ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ، مسند احمد)

☆ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ غَيَّرَ دِيْنَهُ فَاضْرِبُوا عُنُقَهُ جس نے اپنا دین (اسلام) بدل دیا تو اس کی گردن کو اڑا دو۔ (موطا مالک)

☆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ نے یمن کے ایک صوبے کا گورنر بنا کر بھیجا جبکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو ان کے بعد دوسرے صوبے کا گورنر بنا کر بھیجا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لئے گئے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اکرام ضیف کے لئے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے لئے تکیہ ڈالا اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ابھی سوار تھے کہ انہوں نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص بندھا ہوا دیکھا۔ پوچھا یہ کون ہے؟ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ پہلے یہودی تھا پھر مسلمان ہوا، اس کے بعد پھر یہودی ہوگیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا اے معاذ! بیٹھ جاؤ۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تک اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، میں نہیں بیٹھوں گا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا یہی فیصلہ ہے۔ تین دفعہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یہی فرمایا۔ پھر اس مرتد کے بارے میں قتل کا حکم دیا گیا اور وہ قتل کردیا گیا۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی مسلمان کا جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول

ہوں، خون بہانا جائز نہیں مگر تین چیزوں میں سے کسی ایک کے ارتکاب پر۔ ۱) شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کرے۔ ۲) کسی کو قتل کردے تو اس کے قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ ۳) اپنے دین اسلام کو چھوڑ کر ملت سے خارج ہوجائے تو قتل کیا جائے گا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم، ابوداود، ابن ماجہ، مسند احمد)

☆ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں ہے مگر تین چیزوں سے۔ ۱) یہ کہ شادی کے بعد زنا کرے۔ ۲) کسی انسان کو قتل کردے۔ ۳) اسلام کے بعد کفر اختیار کرے تو اس کو قتل کیا جائے گا۔ (نسائی، ابوداود، مسند احمد)

☆ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
مَنْ ارْتَدَ عَنْ دِيْنِهِ فَاقْتُلُوْه جو شخص اپنے دین (اسلام) سے پھر گیا تو اسے قتل کردو۔ (مصنف عبدالرزاق)

☆ مشہور تابعی حضرت ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی بھری ہوئی عدالتی اور علمی مجلس میں یہ حدیث بیان فرمائی کہ اللہ کی قسم حضور اکرم ﷺ نے کبھی بھی کسی کو قتل نہیں کیا مگر تین جرائم میں۔ ۱) وہ شخص جو ناحق کسی کو قتل کرتا تو اسے قصاص میں قتل کرتے۔ ۲) شادی کے بعد زنا کرتا تو اسے قتل کرتے۔ ۳) اسلام سے پھر کر مرتد ہوجاتا تو اسے قتل کرتے۔ (صحیح بخاری)

غرضیکہ دنیا میں حدیث کی کوئی بھی مشہور و معروف کتاب ایسی موجود نہیں ہے جس میں توبہ نہ کرنے پر مرتد کو قتل کئے جانے کے متعلق رحمۃ للعالمین کا ارشاد موجود نہ ہو۔

خلفاء راشدین اور قتل مرتد:

شیخ جلال الدین سیوطیؒ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ کی وفات ہوئی اور مدینہ منورہ کے اردگرد میں بعض حضرات مرتد ہو گئے تو خلیفہ وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شرعی حکم کے مطابق ان کے قتل کے لئے کھڑے ہو گئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وقت کی نزاکت کے پیش نظر ان کے قتل میں تامل کر رہے تھے، لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگرچہ حضور اکرم ﷺ کی وفات ہوگئی اور وحی منقطع ہوگئی، لیکن اللہ کی قسم میں ضرور ان سے اس وقت تک جہاد کرتا رہوں گا جب تک میرا ہاتھ تلوار کو پکڑ سکے گا۔ (تاریخ الخلفاء)
اس واقعہ کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسیلمہ کذاب کی طرف متوجہ ہوئے جو نبوت کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے اجماع صحابہ مرتد قرار دیا گیا تھا، چنانچہ ایک لشکر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں اس کی طرف روانہ کیا گیا جس نے مسیلمہ کذاب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ (فتح الباری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اہل عراق میں سے ایک مرتد جماعت کو گرفتار کیا اوران کی سزا کے بارے میں مشورہ کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خط لکھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب میں تحریر کیا کہ ان پر دین حق پیش کرو، اگر قبول کرلیں تو ان کو چھوڑ دو ورنہ قتل کردو۔ اسی طرح حضرت امام بخاریؒ نے تحریر کیا ہے کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے بعض مرتدین کو قتل کیا۔ (صحیح بخاری) یہ ان خلفاء راشدین کا عمل ہے جن کی اقتداء کے لئے حضور اکرم ﷺ نے قیامت تک آنے والی پوری امت کو حکم دیا ہے: تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں مختار بن ابی عبید کو نبوت کا دعویٰ کرنے پر قتل کیا تھا۔ (فتح الباری)

علماء امت کے اقوال: قرآن وحدیث کی روشنی میں خیر القرون سے عصر حاضر تک کے جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ مرتد کو قتل کیا جائے گا اگر وہ توبہ کرکے دوبارہ اسلام میں واپس آنے کے لئے تیار نہیں ہے، اختصار کے مدنظر صرف چاروں ائمہ کی رائے ذکر کر دیتا ہوں:

حضرت امام ابوحنیفہؒ: عقیدہ کی سب سے مشہور و معروف کتاب تحریر کرنے والے مصری حنفی عالم امام طحاویؒ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور علماء احناف کا قول نقل کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ مرتد کے بارے میں علماء کی آراء مختلف ہیں کہ کیا اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا یا نہیں؟ علماء کی ایک جماعت کہتی ہے کہ اگر حاکم مرتد سے توبہ کرنے کا مطالبہ کرے تو اچھا ہے، توبہ نہ کرے تو قتل کردیا جائے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ کا یہی قول ہے۔ علماء کی دوسری جماعت فرماتی ہے کہ مرتد سے توبہ کا مطالبہ نہ کیا جائے جیسا کہ دارالحرب کے کفار کو جب دعوت اسلام پہنچ جائے تو پھر ان کو اسلام کی دعوت دینے کی ضرورت نہیں۔ نہ پہنچی ہو تو دعوت دی جائے اور توبہ کا مطالبہ اس وقت واجب ہے جبکہ کوئی شخص اسلام سے بے سمجھی کی وجہ سے کفر کی طرف چلا جائے۔ رہا وہ شخص جو سوچ سمجھے طریقہ پر اسلام سے کفر کی طرف چلا جائے تو اسے قتل کیا جائے گا اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ ہاں اگر وہ میرے اقدام سے پہلے ہی توبہ کرلے تو میں اسے چھوڑ دوں گا اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کردوں گا۔ (طحاوی۔ کتاب السیر)

حضرت امام مالکؒ: اس شخص کے بارے میں جو اسلام سے پھر جائے امام مالکؒ حضرت زید بن اسلمؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اپنا دین بدل دیا تو تم اس کی گردن اڑادو۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد کا معنی یہ ہیں کہ جو شخص اسلام سے نکل کر زنادقہ وغیرہم میں جاملا، ایسے زنادقہ پر جب مسلمانوں کا غلبہ ہوجائے تو ان سے توبہ طلب کئے بغیر ان کو قتل کیا جائے۔ باقی رہے وہ لوگ جو صرف اسلام سے کفر

کی طرف چلے گئے تو ان سے توبہ کرنے کو کہا جائے گا ورنہ ان کا قتل کردیا جائے گا۔(موطا مالک)

حضرت امام شافعیؒ: امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ مرتد پر نہ احسان کیا جائے اور نہ اس سے فدیہ لیا جائے اور اس کو اس کے حال پر بھی نہیں چھوڑا جائے گا یہاں تک کہ وہ مسلمان ہوجائے یا قتل کردیا جائے۔(کتاب الام) مشہور شافعی عالم ومحدث امام نووی ؒ تحریر کرتے ہیں کہ تمام اہل اسلام کا مرتد کے قتل کرنے پر اجماع ہے، ہاں اس پر اختلاف ہے کہ مرتد پر توبہ پیش کرنا واجب ہے یا مستحب؟(شرح مسلم)

حضرت امام احمدؒ: مشہور ومعروف حنبلی عالم دین امام ابن قدامہؒ تحریر کرتے ہیں کہ اکثر اہل علم یہ کہتے ہیں کہ مرتد کو اس پر توبہ پیش کئے بغیر نہ قتل کیا جائے جن میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عطاؒ، امام نخعیؒ، امام مالکؒ، امام ثوریؒ، امام اوزاعیؒ، امام اسحاقؒ اور فقہاء احناف شامل ہیں اور حضرت امام شافعیؒ کا بھی ایک قول یہی ہے اور حضرت امام احمدؒ سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ مرتد سے توبہ کا مطالبہ واجب نہیں ہے لیکن مستحب ہے اور حضرت حسن بصریؒ سے بھی یہی منقول ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنا دین (اسلام) بدل دے تو اسے قتل کردو۔ توبہ کا مطالبہ اس میں مذکور نہیں ہے۔(مغنی)

غرضیکہ قرآن وحدیث اور خلفاء راشدین کے اقوال وافعال کی روشنی میں کی تمام مفسرین، محدثین، فقہاء وعلماء نے یہی فیصلہ فرمایا ہے کہ مرتد کو قتل کیا جائے گا اگر وہ توبہ کرکے دوبارہ اسلام میں واپس آنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

ارتداد کی مصیبت سے بچنے کی چند تدابیر:

اس تباہ کن گناہ سے بچنے اور اپنے بھائیوں کو بچانے کے لئے ہمیں چاہیے کہ ہم جذبات پر قابو رکھتے ہوئے حکمت وبصیرت کے ساتھ مندرجہ ذیل چند تدابیر اختیار کریں تاکہ دشمن اپنے ناپاک عزائم

میں کامیاب نہ ہوسکے۔ انشاء اللہ یہ اعمال ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے لئے اس دشوار کن گھڑی میں انتہائی مفید ثابت ہوں گے۔

۱) اللہ کے گھر یعنی مساجد سے اپنے خصوصی تعلق رکھیں کیونکہ مساجد مسلمانوں کی نہ صرف تربیت گاہیں ہیں بلکہ مساجد مسلم معاشرہ کی عکاسی کرتی ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سات قسم کے آدمی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنی (رحمت کے) سایہ میں ایسے دن جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اُن سات لوگوں میں سے ایک وہ شخص بھی ہے جس کا دل مسجد سے اٹکا ہوا ہو۔ دنیا میں سب سے پہلا گھر بیت اللہ ہے جو مسجد حرام کے وسط میں واقع ہے جس کی طرف رخ کر کے ہم ایمان کے بعد سب سے اہم رکن یعنی نماز کی ادائیگی کرتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ پہنچنے سے تھوڑا قبل قبا میں اور مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد سب سے پہلے مسجد کی بنیاد رکھی جو بعد میں مسجد نبوی کے نام سے موسوم ہوئی، جو اسلام کے دنیا کے کونے کونے تک پہنچنے کا ذریعہ بنی۔ لہٰذا ہم خود بھی نمازوں کا اہتمام کریں اور اس بات کی کوشش کریں کہ ہماری مسجدیں آباد ہوں۔ اگر ہمارا تعلق مسجد سے جڑا ہوا ہے تو جہاں اللہ جل شانہ سے قربت حاصل ہوگی وہیں ان شاء اللہ دشمنان اسلام کی تمام کوششیں بھی رائیگاں ہوں گی۔

۲) علماء کرام اور عوام کے درمیان رشتہ کو اور مضبوط بنانے کی کوشش کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے علمائے کرام کے متعلق یہ اعلان فرمایا ہے: ''إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ'' (سورۃ الفاطر: ۲۸) اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہی لوگ ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔ آج عالمی سطح پر دشمنان اسلام کا مقصد ہے کہ اسلامی تہذیب کو ختم کر کے مسلمانوں پر اپنی تہذیب تھوپ دیں۔ علماء کرام ان کے مقصد کی تکمیل میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں، لہٰذا دشمنان اسلام علماء کرام کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور علماء کرام اور عوام کے درمیان مضبوط رشتہ کو توڑنے کے لیے علماء

کرام اور مدارس اسلامیہ کی غلط امیج لوگوں کے سامنے پیش کرنے کی ناپاک کوشش کررہے ہیں جس میں وہ ان شاء اللہ ناکام و نامراد ہوں گے کیونکہ علماء کرام نے بچہ کی ولادت کے وقت کان میں اذان دینے سے لے کر نماز جنازہ پڑھانے تک امت مسلمہ کی دینی و تعلیمی و سماجی رہنمائی کے لئے ایسی خدمات پیش کی ہیں کہ ایک مسلمان بھی ایسا نہیں مل سکتا جو ان خدمات سے مستفیض نہ ہوا ہو۔

۳) موجودہ مکاتب و مدارس کی بقاء کے لئے ہر ممکن کوشش کریں اور جن علاقوں یا دیہاتوں میں مکاتب و مدارس نہیں ہیں وہاں مکاتب و مدارس کے قیام کی فکر کریں۔قرآن وحدیث کی حفاظت وخدمت میں مکاتب و مدارس نے جو کردار ادا کیا ہے وہ تاریخ کا ایک ناقابل فراموش حصہ ہے، برصغیر میں قرآن وحدیث کی مختلف طریقوں سے بالواسطہ یا بلا واسطہ خدمت انجام دینے میں انہیں مکاتب و مدارس کا رول ہے۔

۴) اسکول و کالج میں زیر تعلیم بچوں کی دینی تعلیم کی فکر کریں کیونکہ آج جو طلبہ عصری درس گاہوں سے پڑھ کر نکلتے ہیں ان میں ایک بڑی تعداد دین سے بے بہرہ لوگوں کی ہوتی ہے اور ایک قابل لحاظ تعداد تو دین سے بیزار لوگوں کی ہوتی ہے۔لہٰذا مسلمانوں کے زیر اہتمام یونیورسٹیوں، کالجوں اور اسکولوں کے ذمہ داروں سے درخواست ہے کہ دینی تعلیم و تربیت کو صرف نام کے لیے نہ رکھا جائے کہ نہ اساتذہ اسے اہمیت دیں اور نہ طلبہ و طالبات، بلکہ شرعی ذمہ داری سمجھ کر ان کی دینی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی جائے۔بچوں کے والدین اور سرپرستوں کی بھی ذمہ داری ہے کہ اسکولوں و کالجوں کا انتخاب ایمان و عقیدے کی حفاظت کی فکر کے ساتھ کریں۔جب تک ہمارے بچے دینی تعلیم سے واقف نہیں ہوں گے ہم کس طرح ان کو دشمنان اسلام کی ناپاک سازشوں سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔یقیناً ہم اپنے بچوں کو ڈاکٹر، انجینئر اور ڈیزائنر بنائیں لیکن سب سے قبل ان کو مسلمان بنائیں۔لہٰذا اسلام کے بنیادی ارکان کی ضروری معلومات کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی سیرت اور

اسلامی تاریخ سے ان کو ضرور بالضرور روشناس کرائیں۔

۵) حکمت وبصیرت کے ساتھ ایک دوسرے کو دین اسلام کی دعوت دیتے رہیں کیونکہ سلسلہ نبوت ختم ہوجانے کے بعد دعوت وتبلیغ کی عظیم ذمہ داری اس امت محمدیہ کے ہر ہر فرد پر اپنی استطاعت کے مطابق لازمی قرار دی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام (سورۃ التوبۃ آیت ۷۱) میں ارشاد فرمایا ہے کہ مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں، بری باتوں سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ واس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ عنقریب رحم فرمانے والا ہے۔ اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مؤمن مرد اور مؤمن عورتوں کی چند صفات ذکر فرمائی ہیں جن میں سب سے پہلی صفت ذکر کی کہ وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔

۶) مالدار اور ذی حیثیت حضرات اپنے تعاون کی رقم کا ایک قابل قدر حصہ مسلمانوں کے کمزور طبقہ کے لئے مختص کریں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت واطاعت کا مکلّف کرتے ہوئے اس روئے زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کیا تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کی شریعت پر عمل کرے اور ایک منصفانہ سماج کی تشکیل کے لئے کوشاں رہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے یقیناً جسمانی ومالی دونوں طرح کی قربانی درکار ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ** (سورۃ آل عمران ۹۲) جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کروگے ہرگز بھلائی نہیں پاؤگے۔ لہٰذا ہم اپنی زکوٰۃ کی ادائیگی کے اہتمام ساتھ اپنے مال میں سے کچھ حصہ ضرور کمزور طبقہ کی فلاح وبہبود پر لگائیں۔ آج اگر ہم زکوٰۃ کی صحیح طریقہ سے ادائیگی کرنے والے بن جائیں تو امت مسلمہ کے بے شمار مسائل حل ہوجائیں گے ان شاء اللہ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا والے کام کرنے کی توفیق عطا فرما۔

کیا اونٹ کے دودھ اور پیشاب سے بیماری کا علاج کیا جاسکتا ہے؟

موضوع بحث مسئلہ کی وضاحت سے قبل صحیح بخاری میں وارد تین مسلسل احادیث کا ترجمہ پیش کرتا ہوں:

۱) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرا بھائی پیٹ کی تکلیف میں مبتلا ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا انہیں شہد پلاؤ۔ پھر دوسری مرتبہ وہی صاحب حاضر ہوئے، حضور اکرم ﷺ نے اس مرتبہ بھی شہد پلانے کے لئے کہا۔ وہ پھر تیسری مرتبہ حاضر ہوئے (اور عرض کیا کہ شہد پلایا لیکن شفا نہیں ہوئی) حضور اکرم ﷺ نے پھر فرمایا کہ انہیں شہد پلاؤ، وہ پھر آئے اور کہا کہ (حکم کے مطابق) میں نے عمل کیا (لیکن شفا نہیں ہوئی)، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، انہیں پھر شہد پلاؤ، چنانچہ انہوں نے شہد پھر پلایا اور اسی سے صحت یاب ہو گئے۔ (صحیح بخاری۔ باب الدواء بالعسل وقول اللہ تعالیٰ فیہ شفاء للناس)

۲) حضرت ثابتؒ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں کو بیماری تھی، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہمیں قیام کی جگہ عنایت فرمایئے اور ہمارے کھانے کا انتظام فرمایئے۔ پھر جب وہ لوگ صحت مند ہو گئے تو انہوں نے کہا کہ مدینہ کی آب و ہوا خراب ہے، چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے حرہ میں اونٹوں کے ساتھ ان کے قیام کا انتظام کر دیا اور فرمایا کہ ان کا دودھ پیو۔ جب وہ صحت یاب ہو گئے تو انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ ہانک کر لے گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کے پیچھے آدمی دوڑائے اور (جیسا انہوں نے چرواہے کے ساتھ سلوک کیا تھا) آپ ﷺ نے بھی ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا دئے اور ان کی آنکھوں میں سلائی

پھروادی۔ میں نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ زبان سے زمین چاٹتا تھا اور اسی حالت میں مرگیا۔ (صحیح بخاری۔باب الدواء بالبان الابل)

۳) حضرت قتادہؒ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ (عرینہ کے) کچھ لوگوں کو مدینہ منورہ کی آب وہوا موافق نہیں آئی تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ وہ آپ ﷺ کے چرواہے کے یہاں چلے جائیں، یعنی اونٹوں کے پاس اور ان کا دودھ اور پیشاب پئیں۔ چنانچہ وہ لوگ حضور اکرم ﷺ کے چرواہے کے پاس چلے گئے اور اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیا۔ جب وہ صحت یاب ہوگئے تو انہوں نے چرواہے کو قتل کردیا اور اونٹوں کو ہانک لے گئے۔ حضور اکرم ﷺ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے انہیں تلاش کرنے کے لئے بھیجا۔ جب انہیں لایا گیا تو حضور اکرم ﷺ کے حکم سے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے گئے اور ان کی آنکھوں میں سلائی پھیردی گئی۔ (صحیح بخاری۔باب الدواء بابوال الابل)

مذکورہ واقعہ کی قدر تفصیل:

قبیلہ عرینہ اور قبیلہ عکل کے تقریباً ۸ حضرات مدینہ منورہ تشریف لائے اور انہوں نے یہ دعوی کیا کہ ہم مسلمان ہوگئے ہیں۔ وہ مرض الجواء میں مبتلا ہوگئے، مرض الجواء پیٹ کی ایک بیماری ہے جس میں پیٹ پھول جاتا ہے اور پیاس بہت لگتی ہے۔ اس مرض کو استسقاء بھی کہتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کو شہر مدینہ سے تھوڑا باہر اپنے صدقہ کے اونٹوں کے پاس بھیج دیا تاکہ کھلی فضاء میں تازہ آب وہوا میں رہیں اور صحیح بخاری میں وارد حدیث کے مطابق انہیں اونٹ کے دودھ پینے کو کہا، جبکہ صحیح بخاری کی دوسری حدیث کے مطابق انہیں اونٹ کے دودھ اور پیشاب پینے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ شفایاب ہوگئے۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے اس احسان وکرم کا بدلہ خیانت اور خباثت کی شکل میں اس طرح دیا کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے چرواہے کو ظلماً قتل کردیا اور اس کی آنکھوں میں سلائی

پھیر دی۔ جب حضور اکرم ﷺ کو یہ علم ہوا تو آپ ﷺ نے ان کے پیچھے کچھ حضرات بھیجے تا کہ ان کو گرفتار کر کے لایا جائے، جب انہیں گرفتار کر کے لایا گیا تو نبی اکرم ﷺ نے اُسی طرح سے ان کا قتل کروایا جس طرح انہوں نے چرواہے کو قتل کیا تھا چنانچہ ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر اُن کی آنکھوں میں سلائی پھروادی۔ یہ واقعہ مثلہ کی ممانعت کے نزول سے قبل کا ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں حدیث کے آخر میں اس کی وضاحت مذکور ہے، حضرت قتادہؒ نے بیان کیا کہ مجھ سے محمد بن سیرینؒ نے حدیث بیان کی کہ یہ حدود کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے، (بعد میں اس طرح کی سزا کی ممانعت نازل ہوگئی)۔ کسی شخص کے بعض اعضاء کاٹ کر یا ان کو مسخ کر کے بے دردی سے قتل کرنے کو مثلہ کہتے ہیں۔

حلال جانوروں کا بھی پیشاب ناپاک ہے:

موضوع بحث مسئلہ کو سمجھنے سے قبل ایک دوسرے مسئلہ کو بھی سمجھنا ہوگا کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے یعنی حلال جانور مثلاً بکرا، بکری، گائے، بھینس اور اونٹ وغیرہ، آیا ان کا پیشاب پاک ہے یا ناپاک؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام شافعیؒ اور دیگر فقہاء کرام مثلاً امام سفیان ثوریؒ کی رائے ہے کہ انسان کے پیشاب کی طرح ہر جانور کا پیشاب ناپاک ہے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ البتہ حضرت امام مالکؒ اور بعض دیگر علماء کرام کی رائے ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب پاک ہے اور جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا اُن کا پیشاب ناپاک ہے۔ حضرت امام مالکؒ نے اس کے لئے بنیادی طور پر دو دلیلیں پیش کی ہیں۔ پہلی دلیل حضرت قتادہؒ سے مروی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وہ مذکورہ بالا حدیث جس میں پیشاب پینے کا ذکر آیا ہے، وجہ استدلال یہ ہے کہ اگر پیشاب پاک نہ ہوتا تو آپ ﷺ اس کے پینے کا حکم کیوں دیتے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے

ارشاد فرمایا کہ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ سکتے ہو۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ اگر ان کا پیشاب ناپاک ہوتا تو آپ ﷺ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کی اجازت کیوں دیتے۔ حالانکہ ان دونوں احادیث سے حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے کی دلیل بنانا قابل اعتراض ہے کیونکہ پہلی حدیث سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ بیماری کے لئے پیشاب کا استعمال کیا جاسکتا ہے، نیز اکثر علماء نے اس واقعہ کو خصوصی واستثنائی واقعہ قرار دیا ہے، جبکہ دوسری حدیث کے مکمل الفاظ: صَلُّوا فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَلَا تُصَلُّوا فِي اعْطَانِ الْإِبِلِ (یعنی بکریوں کے باڑہ میں نماز ادا کرلو لیکن اونٹوں کے باڑہ میں نماز ادا نہ کرو) سے واضح طور ہمارے ہی موقف کی تائید ہوتی ہے کہ حلال جانور کا پیشاب بھی ناپاک ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اونٹ کے باڑے میں نماز ادا کرنے سے منع کیا ہے۔ دونوں دلیلوں کا تفصیلی جواب آگے آرہا ہے۔

جن فقہاء وعلماء (مثلاً امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام سفیان ثوریؒ) نے تمام جانوروں کے پیشاب کو ناپاک قرار دیا ہے وہ دلیل کے طور پر اس حدیث کو پیش کرتے ہیں جس میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پیشاب سے بچو کیونکہ عمومی طور پر قبر کا عذاب پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (مستدرک حاکم، ابن ماجہ، دارقطنی، صحیح ابن خزیمہ) شیخ حاکمؒ نے اس حدیث کو صحیح علی شرط البخاری قرار دیا ہے۔ اس حدیث کو علامہ ہیثمیؒ نے بھی "مجمع الزوائد" میں ذکر کیا ہے۔ غرضیکہ حضور اکرم ﷺ نے عمومی طور پر پیشاب سے بچنے کا حکم دیا ہے اور کسی انسان یا جانور کے پیشاب کی کوئی تخصیص نہیں کی۔ دوسری دلیل مسند امام احمد میں وارد وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ دفن کے بعد میت کو قبر نے زور سے بھینچا اور دبایا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ عذاب ان کا پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے تھا۔ غرضیکہ حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات پیشاب سے بچنے کی ہیں اور حضور اکرم ﷺ نے زندگی میں ایک مرتبہ بھی حلال وحرام جانوروں کے پیشاب میں کوئی فرق بیان نہیں

فرمایا۔

نیز شرعی وطبی دونوں اعتبار سے دور دور تک پیشاب کا گوشت سے کوئی تعلق سمجھنے میں نہیں آتا کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا تو پیشاب پاک ہو اور جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب ناپاک ہو، اسی طرح گوشت کھائے جانے والے جانوروں کے پائخانہ کو ناپاک اور ان کے پیشاب کو پاک قرار دینے ، نیز انسان کے پیشاب کو ناپاک اور گوشت کھائے جانے والے جانور کے پیشاب کو پاک قرار دینے کی کوئی منطق سمجھ میں نہیں آتی، حالانکہ قرآن وحدیث میں ایسی کوئی واضح دلیل نہیں ہے جس میں صرف گوشت کھائے جانے والے جانوروں کے پیشاب کو پاک قرار دیا جائے۔اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ حضور اکرم ﷺ نے بیماری کے علاج کے لئے اونٹ کا پیشاب پینے کی اجازت دی تھی ،مگر یہ بھی تو بہت ممکن ہے کہ اس زمانہ میں اس بیماری کا علاج اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ہو اس لئے آپ ﷺ نے اجازت دی ہو مگر اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ صرف گوشت کھائے جانے والے جانوروں کا پیشاب پاک ہے۔اور جہاں تک اُس حدیث کا تعلق ہے کہ جس میں حضور اکرم ﷺ نے بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے تو اس حدیث کے مکمل الفاظ یہ ہیں: **صَلُّوا فِیْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَلَا تُصَلُّوا فِی اعْطَانِ الْاِبِل** بکریوں کے باڑہ میں نماز ادا کرلو لیکن اونٹوں کے باڑہ میں نماز ادا نہ کرو۔اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ بکریوں کا پیشاب عموماً دور دور نہیں جاتا ہے لہذا بکریوں کے باڑے میں تو کسی پاک وصاف جگہ نماز پڑھ سکتے ہو لیکن اونٹ کا پیشاب دور دور تک بہتا ہے لہذا اونٹ کے باڑے میں پاک وصاف جگہ کا موجود ہونا دشوار ہے لہذا اونٹ کے باڑے میں نماز ادا نہ کرو۔حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث سے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے موقف کی ہی تایید ہوتی ہے کہ بکری واونٹ کا پیشاب بھی ناپاک ہے۔

اونٹ کے دودھ یا دودھ اور پیشاب سے بعض بیماری کا علاج:

اس نوعیت کا صرف ایک واقعہ حضور اکرم ﷺ کی پوری زندگی میں پیش آیا تھا، اس کے بعد صحابہؓ کرام کے زمانہ میں بھی کبھی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا، جہاں تک صحیح بخاری کے باب الدواء بابوال الابل میں مذکور حدیث کا تعلق ہے تو علماء احناف وشوافع نے اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں جن میں سے تین جوابات حسب ذیل ہیں:

۱) حضور اکرم ﷺ کو بذریعہ وحی مطلع کر دیا گیا تھا کہ اونٹ کا پیشاب پیئے بغیر ان کی شفا اور زندگی ممکن نہیں، اس طرح یہ لوگ مضطر کے حکم میں آ گئے اور مضطر کے لئے نجس چیز کا استعمال جائز ہے۔ یعنی اگر کسی انسان کی جان خطرہ میں ہو تو اس کی جان بچانے کے لئے حرام چیز سے علاج کیا جا سکتا ہے۔

۲) حضور اکرم ﷺ نے پیشاب پینے کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ اس کے خارجی استعمال کا حکم دیا تھا اور اصل عبارت یوں تھیں: اشربوا من البانها واضمدوا من ابوالها ۔ اضمدوا کے معنی ہیں لیپ چڑھانا۔

۳) متعدد شواہد دلالت کر رہے ہیں کہ یہ واقعہ سن ۶ ہجری سے قبل کا ہے، خود حدیث کے راوی حضرت قتادہؒ نے بیان کیا کہ مجھ سے محمد بن سیرینؒ نے حدیث بیان کی کہ یہ حدود کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے، (بعد میں اس طرح کی سزا کی ممانعت نازل ہوگئی)، یعنی یہ واقعہ مثلہ کی حرمت سے قبل کا ہے، جبکہ پیشاب سے نہ بچنے پر عذاب قبر کی حدیث اس واقعہ سے بعد کی ہے کیونکہ وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ۷ ہجری میں اسلام لائے تھے۔ لہذا حضرت قتادہؒ سے مروی حضرت انس رضی اللہ عنہ والی حدیث منسوخ ہے۔ نیز اس

حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان کا مثلہ فرمایا اور مثلہ بالاتفاق منسوخ ہے۔ لہذا ظاہر یہی ہے کہ یہ حکم بھی منسوخ ہوگیا ہو اور اس کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد آپ ﷺ نے کبھی بھی اس نوعیت کا علاج نہیں بتایا اور نہ کسی صحابی سے اس نوعیت کا علاج کرنا منقول ہے۔

۴) صحیح بخاری میں ہی اس حدیث سے قبل حضرت ثابتؒ سے مروی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث بھی مذکور ہے جس میں انہیں حضرات کا علاج صرف دودھ سے مذکور ہے، اس حدیث میں پیشاب کا دور دور تک کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس لئے اس نوعیت کی بیماری کا علاج صرف اونٹ کے دودھ سے بھی کیا جاسکتا ہے۔ نیز صحیح بخاری میں ان دونوں احادیث سے قبل پیٹ کی بیماری کا علاج شہد سے بھی مذکور ہے۔ لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ اگر دنیا میں بیماری کا علاج موجود ہو تو پیشاب پی کر علاج نہ کیا جائے، بلکہ صحیح بخاری میں وارد حضور اکرم ﷺ کے اقوال کی روشنی میں پہلے شہد، صرف اونٹ کے دودھ یا دیگر ادویہ سے کیا جائے اور اگر کوئی دوا اثر نہیں کر رہی ہے اور جان کا خطرہ ہے تو پھر اونٹ کے پیشاب سے علاج کیا جاسکتا ہے۔

سعودی عرب کے مشہور مصنف جناب محمد بن عبداللطیف آل الشیخ نے اس موضوع پر ایک مضمون (التداوی ببول الابل) تحریر کیا ہے جو مشہور ومعروف ویب سائٹ العربیہ پر پڑھا جاسکتا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر اس کا خلاصۂ کلام پیش کردوں تاکہ مسئلہ مزید واضح ہوجائے۔ انہوں نے ابتداء میں تحریر کیا کہ باوجودیکہ میں قرآن وحدیث پر مکمل طور پر ایمان لایا ہوں اور اس بات پر بھی میرا مکمل یقین ہے کہ قرآن کریم کے بعد صحیح بخاری وصحیح مسلم دو اہم ومستند صحیح کتابیں ہیں، مگر صحیح بخاری میں وارد اُس حدیث کے الفاظ سے مکمل طور پر مطمئن نہیں ہوں جس میں اونٹ کے پیشاب سے علاج کا ذکر وارد ہوا ہے۔ زیادہ بہتر معلوم ہوتا کہ ہم اس حدیث کے تعلق سے جلیل

القدر فقیہ حضرت امام ابوحنیفہؒ والا موقف اختیار کریں کہ یہ ایک خصوصی واقعہ ہے جس میں حضور اکرم ﷺ کو بذریعہ وحی مطلع کر دیا گیا تھا کہ اونٹ کا پیشاب پیئے بغیر ان حضرات کی شفا اور زندگی ممکن نہیں ہے، یعنی اس حدیث میں عمومی حکم نہیں ہے کہ کوئی بھی شخص اونٹ کے پیشاب سے علاج کرے جیسا کہ بعض علماء کرام نے سمجھا ہے۔ غرضیکہ یہ ایک خصوصی واقعہ ہے، جس طرح جمہور علماء نے صحیح مسلم میں وارد حدیث کو خصوصی واقعہ قرار دیا ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ کو حکم دیا تھا کہ وہ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت سالم کو دودھ پلا دیں جس سے دونوں کے درمیان حرمت ثابت ہو جائے، حالانکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ دو سال کے بعد دودھ پلانے سے حرمت ثابت نہیں ہوگی یعنی ماں بیٹے کا رشتہ نہیں بن سکتا۔ تو جس طرح سے جمہور علماء نے صحیح مسلم میں وارد اس واقعہ کو خصوصی واستثنائی قرار دیا ہے اسی طرح اونٹ کے پیشاب سے علاج والے واقعہ کو بھی خاص قرار دیا جائے، کیونکہ طبی اعتبار سے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ پیشاب جس میں مختلف قسم کے زہر ہوتے ہیں اس کو پی کر کسی طرح کا علاج کیا جا سکتا ہے۔ نیز یہ حضرات اللہ کے علم میں کافر تھے اور بہت ممکن ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو وحی کے ذریعہ بتلا دیا گیا ہو کہ یہ لوگ مرتد ہو کر مر جائیں گے، لہذا اللہ تعالیٰ نے کافر کی شفاء ایک ناپاک چیز میں رکھ دی تھی۔ موصوف نے مزید تحریر کیا کہ حدیث کی سند صحیح ہونے کے باوجود حدیث میں وارد پیشاب کے لفظ پر بھی تو کلام کیا جا سکتا ہے، جس طرح شیخ محمد عثیمینؒ نے صحیح مسلم میں وارد مشہور ومعروف جساسہ والی حدیث کے الفاظ ومفہوم پر اپنے عدم اطمینان کا اظہار کیا ہے۔

غرضیکہ انسان اور حرام جانوروں کی طرح حلال جانوروں کا پیشاب بھی ناپاک ہے اور صحیح بخاری میں وارد اونٹ کے پیشاب سے علاج والا واقعہ خصوصی واستثنائی ہے نیز اس حدیث میں کچھ شک

وشبہات بھی ہیں کیونکہ اس سے قبل والی حدیث میں اسی واقعہ پر صرف اونٹ کے دودھ سے علاج مذکور ہے اور اس میں دور دور تک کہیں بھی اونٹ کے پیشاب کا ذکر نہیں ہے، نیز اس حدیث میں مثلہ کا بھی ذکر ہے جو بعد میں ناجائز ہوگیا۔ لہذا ہم اونٹ کے پیشاب سے علاج اسی صورت میں کرائیں جب بیماری کا دنیا میں کوئی علاج نہ ہو اور زندگی خطرہ میں ہو۔

غروب آفتاب کے وقت چھوٹے بچوں کو باھر نکالنے سے گریز کرنا

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے قول وعمل کو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے اسوہ یعنی نمونہ بنایا ہے۔(لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ)۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا حکم بجالانے میں ہی دونوں جہاں کی کامیابی مضمر ہے۔اس وقت ایک ایسے مسئلہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس پر تقریباً ہر خاص وعام کا عمل ختم ہوگیا ہے۔اور وہ ہے غروب آفتاب کے وقت چھوٹے بچوں کو گھر سے باہر نکالنے سے گریز کرنا۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب غروب آفتاب قریب ہوجائے تو اپنے بچوں کو باہر نکلنے سے روکو کیونکہ اس وقت شیاطین پھیل جاتے ہیں۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے تو باہر جانے دیا جائے۔ (صحیح البخاری . کتاب بدء الاخلاق . باب صفة ابلیس وجنوده ح ۳۲۸۰)اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:غروب آفتاب کے وقت چوپایوں اور بچوں کو باہر نہ بھیجو کیونکہ غروب آفتاب کے وقت شیاطین پھیل جاتے ہیں۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے تو باہر جانے دو۔ (صحیح مسلم . کتاب الاشربة . باب الامر بتغطیة الاناء وایکاء ح ۳۷۶۴) صحیح بخاری وصحیح مسلم کی اِن دونوں احادیث اور اِس موضوع پر دیگر احادیث نبویہ کی روشنی میں خیر القرون سے عصر حاضر کے محدثین، مفسرین وعلماء کرام نے کہا ہے کہ غروب آفتاب سے کچھ پہلے سے غروب آفتاب کے کچھ دیر تک چھوٹے بچوں کو باہر نکالنے سے گریز کرنا چاہئے۔لیکن دیگر احادیث نبویہ کی روشنی میں علماء کرام نے تحریر کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا یہ حکم الزامی نہیں ہے بلکہ ترغیبی ہے یعنی حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت کے افراد کو ترغیب دی ہے کہ اس وقت چھوٹے بچوں کو گھر ہی میں رکھیں۔

دو عبرت ناک واقعے

جھوٹ بولنا سخت گناہ اور انسان کو تباہ کرنے والا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بنی اسرائیل میں تین شخص تھے، ایک کوڑھی، ایک نابینا اور ایک گنجا۔ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں بندوں کا امتحان لینا چاہا۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کے پاس ایک فرشتہ بھیجا، فرشتہ پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں سب سے زیادہ کیا چیز پسند ہے؟ اُس کوڑھی نے جواب دیا کہ اچھا رنگ اور اچھی جلد، کیونکہ (کوڑھی ہونے کی وجہ سے) مجھ سے لوگ نفرت کرتے ہیں۔ فرشتہ نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو (اللہ کے حکم سے) اس کی بیماری جاتی رہی اور اس کا رنگ بھی خوبصورت ہوگیا اور جلد بھی اچھی ہوگئی۔ فرشتہ نے پوچھا کس طرح کا مال تم زیادہ پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ اونٹ، چنانچہ اسے حاملہ اونٹنی عطا کی گئی اور کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا۔

پھر فرشتہ گنجے کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ عمدہ بال، تا کہ میرا موجودہ عیب ختم ہوجائے، کیونکہ لوگ اس کی وجہ سے مجھے پسند نہیں کرتے ہیں۔ فرشتہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، اور اس کا عیب (اللہ کے حکم سے) جاتا رہا۔ اور اس کے بجائے عمدہ بال آ گئے۔ فرشتہ نے پوچھا کہ کس طرح کا مال تم پسند کروگے؟ اس نے کہا کہ گائے۔ فرشتہ نے اسے حاملہ گائے دے دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا۔

پھر فرشتہ تیسرے شخص اندھے کے پاس گیا اور کہا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ اندھے شخص نے کہا اللہ تعالیٰ مجھے بصارت دے دے تا کہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ فرشتہ نے ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی واپس کردی۔ فرشتہ نے پوچھا کہ کس طرح کا مال تم پسند کروگے؟ اس نے کہا کہ بکریاں۔

فرشتے نے اسے حاملہ بکری دے دی۔تینوں جانوروں کے بچے پیدا ہوئے (اور کچھ عرصہ میں اتنی برکت ہوئی کہ) کوڑھی کے اونٹوں سے اس کی وادی بھر گئی، گنجے کے گائے بیل سے اس کی وادی بھر گئی اور اندھے کی بکریوں سے اس کی وادی بھر گئی۔ دوبارہ فرشتہ اپنی اُسی شکل وصورت میں کوڑھی کے یہاں گیا اور کہا کہ میں ایک نہایت مسکین آدمی ہوں،سفر کا تمام سامان واسباب ختم ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے مقصد برآوری کی توقع نہیں،لیکن میں تم سے اسی ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہیں اچھا رنگ اور اچھی جلد اور مال عطا کیا،ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں جس سے سفر کی ضروریات پوری کرسکوں،اس نے فرشتہ سے کہا کہ حقوق اور بہت سے ہیں (تمہارے لئے گنجائش نہیں) فرشتہ نے کہا، غالبًا میں تمہیں پہچانتا ہوں، کیا تمہیں کوڑھ کی بیماری نہیں تھی،جس کی وجہ سے لوگ تم سے نفرت کیا کرتے تھے،ایک فقیر کی دعا وکوشش سے تمہیں اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں عطا کیں۔اس نے کہا کہ یہ ساری دولت تو نسل درنسل چلی آرہی ہے۔فرشتہ نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تم کو اپنی پہلی حالت پر لوٹا دے۔

پھر فرشتہ اپنی اُسی شکل وصورت میں گنجے کے پاس گیا اور اس سے بھی وہی درخواست کی۔اس گنجے نے بھی وہی جواب دیا جو کوڑھی نے جواب دیا تھا۔ فرشتہ نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تم کو اپنی پہلی حالت پر لوٹا دے۔

اس کے بعد فرشتہ اپنی اُسی شکل وصورت میں اندھے کے پاس گیا اور کہا کہ میں ایک نہایت مسکین آدمی ہوں، سفر کے تمام اسباب ووسائل ختم ہو چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے مقصد برآوری کی توقع نہیں، لیکن میں تم سے اسی ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہیں بینائی دی، ایک بکری مانگتا ہوں جس سے اپنے سفر کی ضروریات پوری کرسکوں، اندھے نے جواب دیا کہ واقعی میں اندھا تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بینائی عطا فرمائی اور واقعی میں فقیر ومفلس تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے مالدار

بنایا،تم جتنی بکریاں چاہو لے سکتے ہو۔بخدا جب تم نے اللہ کا واسطہ دیا ہے تو جتنا بھی تمہارا جی چاہے لے لو، میں تمہیں ہرگز نہیں روک سکتا،فرشتہ نے کہا تم اپنا مال اپنے پاس رکھو، یہ تو صرف امتحان تھا اور اللہ تعالیٰ تم سے راضی اور خوش ہے اور تمہارے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہے۔

(صحیح بخاری . کتاب الانبیاء . باب حدیث ابرص واعمیٰ واقرع فی بنی اسرائیل)

میرے عزیز بھائیو! کوڑھی اور گنجے نے جھوٹ بولا،جس سے وہ دونوں جہاں میں ناکام ہوئے۔ لیکن اندھا سچ بولنے کی وجہ سے دونوں جہاں میں کامیاب وکامران ہوا۔اس لئے ہمیں جھوٹ نہیں بولنا چاہئے۔اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰـهَ لَايَهْدِىْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ (سورۃ المؤمن ۲۸) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو راہ نہیں دکھاتے جو اسراف کرنے والے ہیں اور جھوٹے ہیں۔جھوٹ کے نتائج سخت مہلک اور خطرناک ہیں،اسی لئے آپ ﷺ کی سخت وعید ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سچائی کو لازم پکڑو کیونکہ سچ نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے،اور آدمی یکساں طور پر سچ کہتا ہے اور سچائی کی کوشش میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کی نظر میں اس کا نام سچوں میں لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچے رہو اس لئے کہ جھوٹ گناہ اور فجور ہے اور فجور دوزخ کی راہ بتاتا ہے،اور آدمی مسلسل جھوٹ بولتا ہے اور اسی کی جستجو میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک اس کا شمار جھوٹوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

قرض کی وقت پر ادائیگی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا

تذکرہ فرمایا جس نے بنی اسرائیل کے ایک دوسرے شخص سے ایک ہزار دینار قرض مانگا۔قرض دینے والے نے کہا کہ پہلے ایسے گواہ لاؤ جن کی گواہی پر مجھے اعتبار ہو۔قرض مانگنے والے نے کہا کہ گواہ کی حیثیت سے تو بس اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ پھراس شخص نے کہا کہ اچھا کوئی ضامن (گارنٹی دینے والا) لے آؤ۔قرض مانگنے والے نے کہا کہ ضامن کی حیثیت سے بھی بس اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔قرض دینے والے نے کہاتم نے سچی بات کہی اور وہ اللہ تعالیٰ کی گواہی اور ضمانت پر تیار ہوگیا، چنانچہ ایک متعین مدت کے لئے انہیں قرض دے دیا۔ یہ صاحب قرض لے کر دریائی سفر پر روانہ ہوئے اور پھر اپنی ضرورت پوری کر کے کسی سواری (کشتی وغیرہ) کی تلاش کی تا کہ اس سے دریا پار کر کے اس متعینہ مدت تک قرض دینے والے کے پاس پہنچ سکیں جو اُن سے طے ہوئی تھی، اور اُن کا قرض ادا کر دیں،لیکن کوئی سواری نہیں ملی، (جب کوئی چارہ نہیں رہا تو) انہوں نے ایک لکڑی لی اوراس میں ایک سوراخ بنایا، پھرایک ہزار دیناراورایک خط (اس مضمون کا کہ) ان کی طرف سے قرض دینے والی کی طرف (یہ دینار بھیجے جارہے ہیں) رکھ دیا اوراس کا منہ بند کر دیا اور اسے دریا پر لےکر آئے، پھر کہا، اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لئے تھے،اس نے مجھ سے ضامن مانگا تو میں نے کہا تھا کہ ضامن کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کافی ہے، وہ تجھ پر راضی تھا، اس نے مجھ سے گواہ مانگا تو اس کا جواب بھی میں نے یہی دیا کہ اللہ تعالیٰ گواہ کی حیثیت سے کافی ہےتو وہ تجھ پر راضی ہوگیا تھا اور (تو جانتا ہے کہ) میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی سواری مل جائے جس کے ذریعہ میں اس کا قرض معین مدت پر پہنچا سکوں لیکن مجھے اس میں کامیابی نہیں ملی۔اس لئے اب میں اس کو تیرے ہی سپرد کرتا ہوں (کہ تو اس تک پہنچادے) چنانچہ اس نے وہ صندوق کی شکل میں لکڑی جس میں رقم تھی، دریا میں بہادی اس یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ اس امانت کو ضائع نہیں کرے گا۔اب وہ دریا میں تھی اور وہ شخص واپس ہو چکا تھا۔اگرچہ فکراب بھی

یہی تھی کہ کسی طرح کوئی جہاز ملے جس کے ذریعہ وہ اپنے شہر جاسکے۔ دوسری طرف وہ صاحب جنہوں نے قرض دیا تھا اسی تلاش میں (بندرگاہ) آئے کہ ممکن ہے کوئی جہاز ان کا مال لے کر آیا ہو، لیکن وہاں انہیں ایک لکڑی ملی، وہی جس میں مال تھا جو قرض لینے والے نے ان کے نام بھیجا تھا، انہوں نے وہ لکڑی اپنے گھر کے ایندھن کے لئے لے لی، پھر جب اسے چیرا تو اس میں سے دینار نکلے اور ایک خط بھی۔ (کچھ دنوں بعد) وہ صاحب جب اپنے وطن پہنچے تو قرض خواہ کے یہاں آئے اور (دوبارہ) ایک ہزار دینار ان کی خدمت میں پیش کردئے۔ اور کہا کہ بخدا میں تو برابر اسی کوشش میں رہا کہ کوئی جہاز ملے تو تمہارے پاس تمہارا مال لے کر پہنچوں، لیکن مجھے اپنی کوششوں میں کوئی کامیابی نہیں ملی۔ پھر قرض خواہ نے پوچھا، اچھا یہ تو بتاؤ، کوئی چیز بھی میرے نام آپ نے بھیجی تھی؟ مقروض نے جواب دیا بتا تو رہا ہوں کہ کوئی جہاز مجھے اس جہاز سے پہلے نہیں ملا جس سے میں آج پہنچا ہوں۔ اس پر قرض خواہ نے کہا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کا وہ قرض ادا کردیا جسے آپ نے لکڑی میں بھیجا تھا، چنانچہ وہ صاحب اپنا ہزار دینار لے کر خوشی خوشی واپس ہوگئے۔

(صحیح بخاری . کتاب الکفالة . باب الکفالة فی القرض والدیون بالابدان وغیرھا)

میرے عزیز بھائیو! قرض لیتے اور دیتے وقت ان احکام کی پابندی کرنی چاہئے جو اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کی آیت ۲۸۲ میں بیان کئے ہیں، یہ آیت قرآن کریم کی سب سے لمبی آیت ہے۔ اس آیت میں قرض کے احکام ذکر کئے گئے ہیں، ان احکام کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ بعد میں کسی طرح کا کوئی اختلاف پیدا نہ ہو۔ ان احکام میں سے ایک اہم حکم "قرض کی ادائیگی کی تاریخ بھی متعین کرلی جائے" ہے۔

قرض لینے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر ممکن کوشش کرکے وقت پر قرض کی ادائیگی کرے۔ اگر

متعین وقت پر قرض کی ادائیگی ممکن نہیں ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اللہ جلّ شانہ کا خوف رکھتے ہوئے قرض دینے والے سے قرض کی ادائیگی کی تاریخ سے مناسب وقت قبل مزید مہلت مانگے۔ مہلت دینے پر قرض دینے والے کو اللہ تعالیٰ اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ لیکن جو حضرات قرض کی ادائیگی پر قدرت رکھنے کے باوجود قرض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں، ان کے لئے حضور اکرم ﷺ کے ارشادات میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، حتی کہ آپ ﷺ ایسے شخص کی نمازِ جنازہ پڑھانے سے منع فرمادیتے تھے جس پر قرض ہو یہاں تک کہ اس کا قرض ادا کردیا جائے۔ ان احادیث میں سے بعض احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص کا انتقال ہوا۔ غسل وکفن سے فراغت کے بعد ہم نے رسول اکرم ﷺ سے نماز پڑھانے کو کہا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ ہم نے کہا کہ اس پر ۲ دینار کا قرض ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر تم ہی اس کی نمازِ جنازہ پڑھو۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کا قرض میں نے اپنے اوپر لیا۔ نبی اکرم نے ارشاد فرمایا: وہ قرضہ تمہارے اوپر ہوگیا اور میت بری ہوگیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اس شخص کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ (رواہ احمد باسناد حسن والحاکم وقال صحیح الاسناد۔۔۔ الترغیب والترھیب ۱۶۸/۲)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمان کی جان اپنے قرض کی وجہ سے معلق رہتی ہے (یعنی جنت کے دخول سے روک دی جاتی ہے) یہاں تک کہ اس کے قرض کی ادائیگی کردی جائے۔ (ترمذی، مسند احمد، ابن ماجہ)

رسول اللہ ﷺ نے ایک روز فجر کی نماز پڑھانے کے بعد ارشاد فرمایا: تمہارا ایک ساتھی قرض کی ادائیگی نہ کرنے کی وجہ سے جنت کے دروازہ پر روک دیا گیا ہے۔ اگر تم چاہو تو اس کو اللہ تعالیٰ کے

عذاب کی طرف جانے دو، اور چاہو تو اسے (اس کے قرض کی ادائیگی کر کے) عذاب سے بچالو (رواہ الحاکم، صحیح علی شرط الشیخین ۔۔ الترغیب والترھیب)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ شہید کے تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، مگر کسی کا قرضہ معاف نہیں کرتا۔ (مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی سے اس نیت سے قرض لے کہ وہ اس کو ادا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے قرض کی ادائیگی کے لئے آسانی پیدا کرتا ہے، اور اگر قرض لیتے وقت اس کا ارادہ ہڑپ کرنے کا ہے تو اللہ تعالیٰ اسی طرح کے اسباب پیدا کرتا ہے جس سے وہ مال ہی برباد ہو جاتا ہے۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا انتقال ہوا ایسے وقت میں کہ وہ مقروض ہے تو اسکی نیکیوں سے قرض کی ادائیگی کی جائے گی (لیکن اگر کوئی شخص اس کے انتقال کے بعد اس کے قرض کی ادائیگی کر دے تو پھر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا)۔ (ابن ماجہ)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی شخص اس نیت سے قرض لیتا ہے کہ وہ اس کو بعد میں ادا نہیں کرے گا تو وہ چور کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ (ابن ماجہ)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرض کی ادائیگی پر قدرت کے باوجود وقت پر قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ (بخاری، مسلم) قرض کی ادائیگی پر قدرت کے باوجود قرض کی ادائیگی نہ کرنے والا ظالم وفاسق ہے۔ (شرح مسلم للنووی، فتح الباری)

دینی معلومات پر مشتمل ۲۵۰ سوالات وجوابات

(۱) کھانے سے پہلے کیا کہنا چاہیئے؟

جواب: بسم اللہ۔۔۔۔

(۲) کھانے کے بعد کیا کہنا چاہیئے؟

جواب: الحمد للہ۔۔۔۔

(۳) حضور اکرم ﷺ کا نام لکھنے یا پڑھنے یا سننے پر ہمیں کیا کہنا چاہیئے؟

جواب: صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۴) نبی یا رسول کا نام لکھنے یا پڑھنے یا سننے پر ہمیں کیا کہنا چاہیئے؟

جواب: علیہ السلام۔

(۵) کسی صحابی کا نام لکھنے یا پڑھنے یا سننے پر ہمیں کیا کہنا چاہیئے؟

جواب: رضی اللہ عنہ۔

(۶) دنیا کے سب سے آخری نبی اور رسول کا نام کیا ہے؟

جواب: حضرت محمد ﷺ۔

(۷) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کا نام کیا ہے؟

جواب: آپ ﷺ کے والد کا نام عبداللہ ہے۔

(۸) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کا نام کیا ہے؟

جواب: آپ ﷺ کی والدہ کا نام آمنہ ہے۔

(۹) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کا نام کیا ہے؟

جواب: آپ ﷺ کے دادا کا نام عبدالمطلب ہے۔

(۱۰) حضور اکرم ﷺ کہاں پیدا ہوئے؟

جواب: آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔

(۱۱) جب آپ ﷺ کی والدہ کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ کی عمر کتنی تھی؟

جواب: آپ ﷺ کی عمر ٦ سال کی تھی۔

(۱۲) حضور اکرم ﷺ کہاں مدفون ہیں؟

جواب: مدینہ منورہ میں۔

(۱۳) حضور اکرم ﷺ پر پہلی وحی کہاں نازل ہوئی؟

جواب: غار حراء میں۔

(۱۴) جب پہلی مرتبہ وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ کی عمر کتنی تھی؟

جواب: آپ ﷺ کی عمر ۴۰ سال تھی۔

(۱۵) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کا نام بتایئے جو آپکے رضاعی بھائی بھی تھے؟

جواب: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ۔

(۱٦) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو چچا کے نام بتایئے جو اسلام لائے تھے؟

جواب: حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما۔

(۱۷) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے وقت آپ ﷺ کی عمر کتنی تھی؟

جواب: ۲۵ سال۔

(۱۸) شادی کے وقت حضرت خدیجہؓ حضور ﷺ سے کتنے سال بڑی تھیں؟

جواب: حضرت خدیجہؓ حضور سے ۱۵ سال بڑی تھیں۔

(۱۹) حضور اکرم ﷺ کی پہلی بیوی کا نام بتایئے؟

جواب: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا۔

(۲۰) بی بی حلیمہ سعدیہ کون تھیں؟

جواب: حضور اکرم ﷺ کو دودھ پلانے والی دایہ۔

(۲۱) ہجرت کے موقع پر حضور ﷺ نے کس غار میں پناہ لی؟

جواب: غارِ ثور میں۔

(۲۲) سورج، چاند، ستارے اور زمین و آسمان کس نے بنائے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے۔

(۲۳) رمضان میں اذانِ فجر سے قبل جو کھاتے پیتے ہیں، اسے کیا کہتے ہیں؟

جواب: سحری۔

(۲۴) رمضان میں غروبِ آفتاب کے بعد جو کھاتے پیتے ہیں، اسے کیا کہتے ہیں؟

جواب: افطار۔

(۲۵) طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک کھانے، پینے وغیرہ سے رکنے کو کیا کہتے ہیں؟

جواب: روزہ۔

(۲۶) جو قرآن کریم کو مکمل حفظ کر لیتا ہے، اسے کیا کہتے ہیں؟

جواب: حافظِ قرآن۔

(۲۷) کونسے مہینے میں آپ ﷺ کی پیدائش ہوئی؟

جواب: ربیع الاول کے مہینہ میں۔

(۲۸) کونسے مہینے میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی؟

جواب: ربیع الاول کے مہینہ میں۔

(۲۹) ہمارے نبی اکرم ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ کیا ہے؟

جواب: قرآن کریم۔

(۳۰) جنت کے کتنے دروازے ہیں؟

جواب: ۸۔

(۳۱) جہنم کے کتنے دروازے ہیں؟

جواب: ۷۔

(۳۲) جنت کے داروغہ کا نام بتایئے؟

جواب: رضوان۔

(۳۳) جہنم کے داروغہ کا نام بتایئے؟

جواب: مالک۔

(۳۴) قرآن کریم میں سب سے زیادہ کس حکم کی تاکید آئی ہے؟

جواب: نماز۔

(۳۵) غار حراء و غار ثور کہاں واقع ہیں؟

جواب: مکہ مکرمہ میں۔

(۳۶) کس سورت کو **السبع المثانی** بھی کہا جاتا ہے؟

جواب: سورۂ الفاتحہ۔

(۳۷) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کس سن عیسوی میں ہوئی تھی؟

جواب: آپ ﷺ کی پیدائش ۵۷۱ء میں ہوئی تھی۔

(۳۸) مہر نبوت حضور ﷺ کے جسم کے کس حصہ میں تھی؟

جواب: دونوں کندھوں کے درمیان۔

(۳۹) اگر کوئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانے تو وہ کیسا ہے؟

جواب: جو حضرت محمد ﷺ کو نہ مانے وہ کافر ہے۔

(۴۰) حضور اکرم ﷺ نے انبیاء کرام کی امامت کہاں کی تھی؟

جواب: بیت المقدس (مسجد اقصی میں)۔

(۴۱) حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کس چیز سے پیدا کیا؟

جواب: مٹی سے۔

(۴۲) اس دنیا اور ساری کائنات کا خالق اور مالک کون ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ۔

(۴۳) بڑے (مردوں) میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے کا نام بتایئے؟

جواب: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

(۴۴) بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے کا نام بتایئے؟

جواب: حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

(۴۵) خواتین میں سب سے پہلے اسلام لانے والی خاتون کا نام بتایئے؟

جواب: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا۔

(۴۶) حضرت خدیجہؓ کی وفات کے وقت حضور اکرم ﷺ کی عمر کتنی تھی؟

جواب: ۵۰ سال۔

(۴۷) کھانا کس ہاتھ سے کھانا چاہئے؟

جواب: دائیں ہاتھ سے۔

(۴۸) کس ماہ کے روزہ رکھنا فرض ہے؟

جواب: ماہ رمضان کے۔

(۴۹) عیدالفطر کی نماز کس تاریخ کو پڑھی جاتی ہے؟

جواب: ۱شوال کو۔

(۵۰) عیدالاضحیٰ کی نماز کس تاریخ کو پڑھی جاتی ہے؟

جواب: ۱۰ذی الحجہ کو۔

(۵۱) عرفات کے میدان میں حاجی کب جمع ہوتے ہیں؟

جواب: ۹ذی الحجہ کو۔

(۵۲) جانوروں کی قربانی کب کی جاتی ہے، عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کے موقع پر؟

جواب: عیدالاضحیٰ کے موقع پر۔

(۵۳) ہفتہ کے کن دنوں میں نفلی روزہ رکھنے کی خصوصی فضیلت ہے؟

جواب: پیر اور جمعرات۔

(۵۴) شوال کے مہینہ میں کتنے روزہ رکھنے کی خصوصی فضیلت ہے؟

جواب: ۶ روزے۔

(۵۵) اسلام کی سب سے پہلی مسجد کا نام بتایئے؟

جواب: مسجد قبا۔

(۵۶) دنیا کی سب سے پہلی مسجد کا نام بتایئے؟

جواب: مسجد حرام۔

(۵۷) مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا ثواب کتنی نمازوں کا ہے؟

جواب: ایک لاکھ۔

(۵۸) دنیا کی دوسری مسجد کا نام بتائیے؟

جواب: مسجد اقصیٰ (قبلہ اول)۔

(۵۹) منکر نکیر کون ہیں؟

جواب: مُردوں سے قبر میں سوال کرنے والے فرشتے۔

(۶۰) حضرت جبرئیل علیہ السلام کی ذمہ داری بیان کیجئے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے حکم سے وحی نازل کرنا۔

(۶۱) حضرت اسرافیل علیہ السلام کی کیا ذمہ داری ہے؟

جواب: صور پھونکنا. (قیامت کے دن صور پھوکیں گے).

(۶۲) حضرت عزرائیل علیہ السلام کی کیا ذمہ داری ہے؟

جواب: روح قبض کرنا (موت کے وقت روح قبض کرتے ہیں)

(۶۳) روح اللہ کس نبی کو کہا جاتا ہے؟

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو۔

(۶۴) کلیم اللہ کس نبی کو کہا جاتا ہے؟

جواب: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو۔

(۶۵) ذبیح اللہ کس نبی کو کہا جاتا ہے؟

جواب: حضرت اسماعیل علیہ السلام کو۔

(۶۶) خلیل اللہ کس نبی کو کہا جاتا ہے؟

جواب: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو۔.

(٦٧) روح الامین کون ہیں؟

جواب: حضرت جبرئیل علیہ السلام۔

(٦٨) مدینہ منورہ کا پرانا نام بتایئے؟

جواب: یثرب۔

(٦٩) مسجد اقصیٰ کہاں واقع ہے؟

جواب: بیت المقدس میں۔

(٧٠) مسلمانوں کا قبلہ کہاں ہے؟

جواب: مکہ مکرمہ میں۔

(٧١) مسلمانوں کا قبلہ اول کس کے قبضہ میں ہے؟

جواب: یہودیوں کے قبضہ میں ہے (مسجد اقصیٰ)۔

(٧٢) ابوجہل کو کس نے قتل کیا تھا؟

جواب: معاذ اور معوذ (دونو عمر لڑکوں) نے۔

(٧٣) تمہارے مذہب کا کیا نام ہے؟

جواب: اسلام۔

(٧٤) قرآن کریم کا دل کس سورہ کو کہا جاتا ہے؟

جواب: سورۂ یٰسین کو۔

(٧٥) دن رات میں کتنے وقت کی نماز فرض ہے؟

جواب: پانچ وقت کی۔

(٧٦) پانچ فرض نمازوں کے نام بتائے؟

جواب: فجر،ظہر،عصر،مغرب اور عشاء۔

(۷۷) پانچ فرض نمازوں میں فرض رکعتوں کی کل تعداد کتنی ہے؟

جواب: ۱۷رکعت۔

(۷۸) نمازِ فجر میں کتنی رکعت فرض ہیں؟

جواب: ۲رکعت۔

(۷۹) نمازِ ظہر میں کتنی رکعت فرض ہیں؟

جواب: ۴رکعت۔

(۸۰) نمازِ عصر میں کتنی رکعت فرض ہیں؟

جواب: ۴رکعت۔

(۸۱) نمازِ مغرب میں کتنی رکعت فرض ہیں؟

جواب: ۳رکعت۔

(۸۲) نمازِ عشاء میں کتنی رکعت فرض ہیں؟

جواب: ۴رکعت۔

(۸۳) دن رات میں کتنی رکعت سنت مؤکدہ ہیں؟

جواب: ۱۲رکعت۔

(۸۴) اس نبی کا نام بتایئے جنہیں مچھلی نے نگل لیا تھا؟

جواب: حضرت یونس علیہ السلام۔

(۸۵) اس صحابی کا نام بتایئے جن کا نام قرآن کریم میں آیا ہے؟

جواب: حضرت زید رضی اللہ عنہ۔

(۸۶) تمہیں کس نے پیدا کیا؟

جواب: ہمیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔

(۸۷) جولوگ خدا کو نہیں مانتے انہیں کیا کہتے ہیں؟

جواب: انہیں کافر کہتے ہیں۔

(۸۸) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون تھے؟

جواب: اللہ تعالی کے بندہ اور اس کے رسول تھے۔

(۸۹) ۱۲ رکعت سنت مؤکدہ کی تفصیل بیان کیجئے؟

جواب: ۲ فجر سے قبل، ۴ ظہر سے قبل، ۲ ظہر کے بعد، ۲ مغرب کے بعد اور ۲ عشاء کے بعد۔

(۹۰) حضرت محمد ﷺ تمام عمر کہاں رہے؟

جواب: تقریباً ۵۳ سال کی عمر تک اپنے شہر مکہ مکرمہ میں اور تقریباً ۱۰ سال مدینہ منورہ میں رہے۔

(۹۱) کتنے دنوں میں پورا قرآن نازل ہوا؟

جواب: ۲۳ سال میں۔

(۹۲) جو شخص اذان دیتا ہے، اسے کیا کہتے ہیں؟

جواب: اسے مؤذن کہتے ہیں۔

(۹۳) جو شخص مسجد میں نماز پڑھاتا ہے، اسے کیا کہتے ہیں؟

جواب: اسے امام کہتے ہیں۔

(۹۴) اسلام کی بنیاد کتنی چیزوں پر ہے؟

جواب: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔

(۹۵) اسلام کے پانچ ارکان کے نام بتایئے؟

جواب: ایمان، نماز، روزہ، زکاۃ اور حج۔

(۹۶) نماز کب فرض ہوئی؟

جواب: واقعہ معراج کے موقع پر مکی زندگی میں۔

(۹۷) روزہ کب فرض ہوا؟

جواب: سن ۲ ہجری میں۔

(۹۸) زکاۃ کب فرض ہوئی؟

جواب: سن ۳ ہجری میں۔

(۹۹) حج کس سن میں فرض ہوا؟

جواب: سن ۹ ہجری میں۔

(۱۰۰) شراب پینا کب حرام ہوا؟

جواب: سن ۴ ہجری میں۔

(۱۰۱) عورتوں کے لئے پردہ کرنے کا حکم کب ہوا؟

جواب: سن ۵ ہجری میں۔

(۱۰۲) صلح حدیبیہ کب ہوئی؟

جواب: سن ۶ ہجری میں۔

(۱۰۳) مکہ مکرمہ کب فتح ہوا؟

جواب: سن ۸ ہجری میں۔

(۱۰۴) شیطان کس مخلوق میں سے ہے؟ فرشتہ یا انسان یا جن؟

جواب: جنات میں سے۔

(۱۰۵) جس اونٹنی پر سوار ہو کر آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی اس کا نام بتایئے؟

جواب: اس کا نام قصواء تھا۔

(۱۰۶) کراماً کاتبین کون ہیں اور ان کی کیا ذمہ داری ہے؟

جواب: فرشتے ہیں جو انسان کے اعمال لکھتے رہتے ہیں

(۱۰۷) سب سے پہلے امیر المؤمنین کا خطاب کس خلیفہ کو دیا گیا؟

جواب: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو۔

(۱۰۸) اسلام میں سب سے پہلی شہیدہ کا نام لکھیے؟

جواب: حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا۔

(۱۰۹) آپ ﷺ کے نواسوں کے نام بتاؤ، جن سے آپ بہت محبت کرتے تھے؟

جواب: حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما۔

(۱۱۰) حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی والدہ کا نام بتاؤ؟

جواب: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔

(۱۱۱) اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ ناگوار چیز جو کہ حلال ہے، کیا ہے؟

جواب: طلاق۔

(۱۱۲) قرآن کی سب سے پہلی نازل ہونے والی وحی کس سورہ میں ہے؟

جواب: سورۂ العلق میں۔

(۱۱۳) اس سورہ کا نام لکھیے جس میں ابولہب اور اس کی بیوی کی برائی بیان کی گئی ہے؟

جواب: سورۂ تبت۔

(۱۱۴) آپ ﷺ نے حج (حجۃ الوداع) کب کیا؟

جواب: سن ۱۰ ہجری میں۔

۱۱۵) اسلام کی پہلی اہم جنگ (غزوۂ بدر) کب ہوئی؟

جواب: سن ۲ ہجری میں۔

(۱۱۶) اسلام کی دوسری اہم جنگ (غزوۂ احد) کب ہوئی؟

جواب: سن ۳ ہجری میں۔

(۱۱۷) قرآن کریم میں کتنی سورتیں ہیں؟

جواب: ۱۱۴۔

(۱۱۸) قرآن کریم میں کتنے پارے ہیں؟

جواب: ۳۰۔

(۱۱۹) قرآن کریم میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کتنی بار آئی ہے؟

جواب: ۱۱۴۔

(۱۲۰) قرآن کریم میں کتنی سورتیں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' سے شروع ہوئی ہیں؟

جواب: ۱۱۳۔

(۱۲۱) کون سی سورہ ''بسم اللہ'' سے شروع نہیں ہوتی ہے؟

جواب: سورۂ التوبہ۔

(۱۲۲) کون سی سورہ میں ''بسم اللہ'' دو بار آتی ہے؟

جواب: سورۂ النمل۔

(۱۲۳) قرآن کریم میں کتنے بار لفظ قرآن دہرایا گیا ہے؟

جواب: ۷۰۔

(۱۲۴) قرآن کریم کی سب سے بڑی سورہ کون سی ہے؟

جواب: سورۂ البقرۃ۔

(۱۲۵) قرآن کریم کی سب سے بڑی آیت کون سی سورہ میں موجود ہے؟

جواب: سورۂ البقرۃ (آیت نمبر۲۸۲)۔

(۱۲۶) قرآن کریم میں سب سے افضل رات کون سی بتائی گئی ہے؟

جواب: شب قدر۔

(۱۲۷) قرآن کریم کس ماہ میں نازل ہوا؟

جواب: رمضان۔

(۱۲۸) ماہ رمضان کس ماہ کے بعد آتا ہے؟

جواب: شعبان۔

(۱۲۹) کتنی سورتیں ''الحمدللہ'' سے شروع ہوتی ہیں؟

جواب: ۵۔ سورۂ فاتحہ، الانعام، الکہف، فاطر، سبا۔

(۱۳۰) کتنی سورتوں کے نام ایک حرف سے ہیں؟

جواب: ۳ ۔ ص، ق، ن۔

(۱۳۱) کتنی سورتیں ''انّا'' سے شروع ہوتی ہیں

جواب: ۴ سورۂ الفتح، النوح، القدر، الکوثر۔

(۱۳۲) کون سی سورہ آپ ﷺ کے قبیلہ کے نام سے ہے؟

جواب: سورۂ القریش۔

(۱۳۳) کون سی سورہ کو قرآن شریف کا دل بھی کہتے ہیں؟

جواب: سورۂ یٰسٓ۔

(۱۳۴) کون سی سورہ کا نام جنگ کے نام پر ہے؟

جواب: سورۂ الاحزاب۔

(۱۳۵) کون سی سورہ کا نام دھات کے نام پر ہے؟

جواب: سورۂ الحدید۔

(۱۳۶) کون سی سورہ کو ’’عروس القرآن‘‘ کہتے ہیں؟

جواب: سورۂ الرحمٰن۔

(۱۳۷) کون سی سورہ ’’ایک تہائی‘‘ قرآن کے برابر ہے؟

جواب: سورۂ التوحید (الاخلاص)۔

(۱۳۸) کتنی سورتیں ’’حروف مقطعات‘‘ سے شروع ہوتی ہیں؟

جواب: ۲۹ سورتیں۔

(۱۳۹) کون سی سورتوں کو معوذتین کہتے ہیں؟

جواب: سورۂ الفلق، سورۂ الناس۔

(۱۴۰) کون سی سورتیں ’’تبارک الذی‘‘ سے شروع ہوتی ہیں؟

جواب: سورۂ الملک اور سورۂ الفرقان۔

(۱۴۱) مکی سورتوں کا دور کتنے سال کا تھا؟

جواب: تقریباً ۱۳ سال۔

(۱۴۲) مدنی سورتوں کا دور کتنے سال کا تھا؟

جواب: تقریباً ۱۰ سال۔

(۱۴۳) قرآن مجید نبی اکرم ﷺ پر ایک مرتبہ اترا یا تھوڑا تھوڑا؟

جواب: تھوڑا تھوڑا نازل ہوا کبھی ایک آیت اور کبھی دو یا ۴ آیتیں کبھی ایک سورہ جیسی ضرورت ہوتی گئی اترتا گیا۔

(۱۴۴) حضور اکرم ﷺ کا عام لباس کیا ہوتا تھا؟

جواب: لنگی، قمیص، عمامہ، ٹوپی اور چادر۔

(۱۴۵) حضور اکرم ﷺ کے عمامہ کا رنگ عموماً کیا ہوتا تھا؟

جواب: کالا یا سفید۔

(۱۴۶) حضور اکرم ﷺ نے کتنے حج اور عمرہ کئے؟

جواب: ایک حج اور چار عمرہ۔

(۱۴۷) زندگی میں ایک بار حج فرض ہے یا ہر سال؟

جواب: زندگی میں صرف ایک بار۔

(۱۴۸) حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد مسلمانوں کا خلیفہ کون بنا؟

جواب: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

(۱۴۹) حج کے اعمال کا کن نبیوں کی قربانیوں سے خصوصی تعلق ہے؟

جواب: حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام۔

(۱۵۰) نبیوں کی تقریباً کل تعداد کتنی تھی؟

جواب: تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار۔

(۱۵۱) صحابہ کی تقریباً کل تعداد کتنی تھی؟

جواب: تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار۔

(۱۵۲) قرآن کریم میں کتنے انبیاء کا تذکرہ آیا ہے؟

جواب: ۲۵۔

(۱۵۳) پانچ انبیاء ورسل کے نام بتایئے؟

جواب: حضرت عیسیٰ، موسیٰ، ابراہیم، اسماعیل، یوسف۔

(۱۵۴) قرآن کریم میں سب سے زیادہ کس نبی کا نام آیا ہے؟

جواب: حضرت موسیٰ علیہ السلام۔

(۱۵۵) اشہر حرم کی تعداد کتنی ہے؟

جواب: ۴ (ذی القعدۃ، ذی الحجہ، محرم اور رجب)۔

(۱۵۶) غزوہ کی تاریخ کے اعتبار سے صحیح ترتیب دیجئے غزوۂ احد، بدر، حنین اور خندق؟

جواب: بدر، احد، خندق اور حنین۔

(۱۵۷) انبیاء کے زمانہ کے اعتبار سے صحیح ترتیب دیجئے، نوح، عیسی، موسی اور ابراہیم علیہم السلام؟

جواب: نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسی علیہم السلام

(۱۵۸) ان علماء میں سے سب سے پہلے کون تھے؟ (ابن القیمؒ، ابن تیمیہؒ، ابن حنبلؒ اور ابوحنیفہؒ)

جواب: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۵۹) حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کیا نام ہے؟

جواب: نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۶۰) اس صحابی کا نام بتایئے جن کے موت کی وجہ سے عرش ہل گیا تھا؟

جواب: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ۔

(۱۶۱) اس صحابی کا نام بتایئے جنہیں فرشتوں نے غسل دیا تھا (**غسيل الملائكة**)؟

جواب: حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ۔

(۱۶۲) حدیث کی مشہور کتاب ریاض الصالحین کے مؤلف کا نام بتایئے؟

جواب: حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۶۳) مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے بآواز بلند قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے کا نام بتایئے؟

جواب: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

(۱۶۴) حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادیوں کے نام کیا ہیں؟

جواب: حضرت زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ اور فاطمہؓ۔

(۱۶۵) حضور اکرم ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی کا نام کیا ہے؟

جواب: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔

(۱۶۶) حضرت فاطمہؓ کی شادی کس کے ساتھ ہوئی تھی؟

جواب: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ۔

(۱۶۷) آپ ﷺ کے تین داماد کون کون تھے؟

جواب: حضرت ابوالعاصؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ۔

(۱۶۸) کس غزوہ میں آپ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے تھے؟

جواب: غزوۂ احد میں۔

(۱۶۹) اسلام کی پہلی اہم جنگ کا نام بتائے؟

جواب: غزوۂ بدر۔

(۱۷۰) نمازِ جمعہ کے لئے حاضری کا رجسٹر فرشتے کس وقت بند کر دیتے ہیں؟

جواب: امام کے خطبہ کے لئے ممبر پر پہنچنے کے وقت۔

(۱۷۱) نبی اکرم ﷺ کا لباس کہاں تک رہتا تھا؟

جواب: نصف پنڈلی تک۔

(۱۷۲) نبی اکرم ﷺ کو کونسا رنگ زیادہ پسند تھا؟

جواب: سفید۔

(۱۷۳) فرض نمازوں کے علاوہ کونسی نماز کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے؟

جواب: نماز تہجد۔

(۱۷۴) سورۂ الکھف پڑھنے کی کونسے دن خاص فضیلت احادیث میں وارد ہوئی ہے؟

جواب: جمعہ کے دن۔

(۱۷۵) درود شریف پڑھنے کی کونسے دن خاص فضیلت احادیث میں وارد ہوئی ہے؟

جواب: جمعہ کے دن۔

(۱۷۶) کونسے دن کے نام پر قرآن کریم میں ایک سورہ ہے؟

جواب: جمعہ۔

(۱۷۷) جمعہ کے دن پہلی اذان کی ابتدا کب سے ہوئی؟

جواب: حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت سے۔

(۱۷۸) کس نبی کو آسمانوں پر اٹھالیا گیا؟

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو۔

(۱۷۹) معراج کا واقعہ نیند کی حالت میں ہوا یا جاگنے کی حالت میں؟

جواب: جاگنے کی حالت میں۔

(۱۸۰) انسانی تاریخ کا سب سے لمبا سفر بتاؤ؟

جواب: سفر معراج واسراء۔

(۱۸۱) قیامت کے دن سب سے پہلے کس چیز کا حساب لیا جائے گا؟

جواب: نماز۔

(۱۸۲) وہ کونسی دو نمازیں ہیں جن کے خاص اہتمام کی حضور نے تاکید فرمائی؟

جواب: فجر اور عصر۔

(۱۸۳) نبی اکرم ﷺ کی شان میں اشعار کہنے والے ۳ شعراء کے نام بتایئے؟

جواب: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، کعب بن مالکؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ۔

(۱۸۴) غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے لشکر کی تعداد بتایئے؟

جواب: ۳۱۳۔

(۱۸۵) حدیث کی چند مشہور کتابوں کے مختصر نام بتایئے؟

جواب: بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی اور ابوداؤد۔

(۱۸۶) حضور نے اپنی زندگی میں صرف ایک شخص کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھائی ہے، بتایئے؟

جواب: ملک حبشہ کا بادشاہ نجاشی۔ (ان کو نماز جنازہ کے بغیر دفن کر دیا گیا تھا)

(۱۸۷) جزیرہ عرب سے باہر آپ ﷺ نے صرف ایک ملک کا سفر کیا تھا، نام بتایئے؟

جواب: ملک شام۔

(۱۸۸) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کہاں ہوگا؟

جواب: دمشق میں۔

(۱۸۹) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹوں کے نام بتایئے؟

جواب: حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہم السلام۔

(۱۹۰) حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام بتایئے؟

جواب: حضرت یوسف علیہ السلام۔

(۱۹۱) بنی اسرائیل کس نبی کی اولاد ہیں؟

جواب: حضرت یعقوب علیہ السلام کی۔

(۱۹۲) حضرت یوسف علیہ السلام کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ قرآن کی کس سورہ میں آیا ہے؟

جواب: سورۂ یوسف میں۔

(۱۹۳) اسلامی کیلنڈر کا پہلا مہینہ کونسا ہے؟

جواب: محرم الحرام۔

(۱۹۴) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کونسے مہینہ میں ہوئی تھی؟

جواب: محرم الحرام۔

(۱۹۵) ان شہید کا نام بتایئے جن کو حضور اکرم ﷺ نے سید الشہداء کا لقب دیا؟

جواب: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ۔

(۱۹۶) ہجری کیلنڈر کا سلسلہ کب سے شروع ہوا؟

جواب: حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت سے۔

(۱۹۷) اسلامی کیلنڈر کے چار ماہ کے نام بتایئے؟

جواب: شعبان، رمضان، ذی القعدہ اور ذی الحجہ۔

(۱۹۸) صحیح ترتیب سے لکھیئے؟ رمضان، شعبان، ذی الحجہ اور ذی القعدہ۔

جواب: شعبان، رمضان، ذی القعدہ اور ذی الحجہ۔

(۱۹۹) بڑے گناہوں میں سے چھ بڑے گناہ لکھیئے؟

جواب: شرک کرنا، کسی کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، نماز نہ پڑھنا، شراب پینا اور جھوٹ بولنا۔

(۲۰۰) قافلہ ہجرت محمدیہ کتنے لوگوں پر مشتمل تھا؟

جواب: ۴ افراد پر۔(۱) حضور ﷺ (۲) حضرت ابوبکر صدیقؓ (۳) عامر بن فہیرہ ابوبکرؓ کے غلام (۴) عبداللہ بن اریقط راستہ دکھانے والے۔

(۲۰۱) حمد کسے کہتے ہیں؟

جواب: وہ اشعار جو اللہ کی تعریف میں لکھے گئے ہوں۔

(۲۰۲) نعت کسے کہتے ہیں؟

جواب: وہ اشعار جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و منقبت میں لکھے جاتے ہیں۔

(۲۰۳) امہات المومنین کن کو کہا جاتا ہے؟

جواب: حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کو امہات المومنین کہا جاتا ہے۔

(۲۰۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام کس ملک سے ملک شام ہجرت فرما گئے تھے؟

جواب: ملک عراق سے۔

(۲۰۵) وہ کون سی دعا ہے جس کو پڑھنے کے بعد اللہ کے حکم سے مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو اپنے پیٹ سے باہر پھینک دیا تھا؟

جواب : لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْن

(۲۰۶) حضرت یوسف علیہ السلام نے کس ملک میں حکومت کی؟

جواب: مصر۔

(۲۰۷) حضور اکرم ﷺ نے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد کس کے مکان میں قیام فرمایا تھا؟

جواب: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ۔

(۲۰۸) سنتِ اعتکاف کب ہوتا ہے؟

جواب: رمضان کے آخری عشرہ میں۔

(۲۰۹) ہندوستان کے اس مشہور محدث کا نام لکھئے جس نے بخاری کی اہم شرح لکھی ہے؟

جواب: مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲۱۰) مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی بخاری کی شرح کا نام بتائیے؟

جواب: فیض الباری۔

(۲۱۱) عصر حاضر کے برصغیر کے کسی ایک محدث کا نام بتائیے؟

جواب: محدث مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲۱۲) عصر حاضر کے برصغیر کے ۲ علماء کا نام لکھئے جنہوں نے جدید مسائل پر بہت کام کیا ہے؟

مفتی محمد تقی عثمانی اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

(۲۱۳) عصر حاضر کے معاشرہ کی تین اہم برائیاں بتائیے؟

جواب: سود کھانا، جھوٹ بولنا، رشوت لینا۔

(۲۱۴) دارالعلوم دیوبند کی بنیاد کب رکھی گئی؟

جواب: ۱۸۶۶ء۔

(۲۱۵) مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کی بنیاد کب رکھی گئی؟

جواب: ۱۸۶۶ء۔

(۲۱۶) ندوۃ العلماء لکھنؤ کی بنیاد کب رکھی گئی؟

جواب: ۱۸۹۴ء۔

(۲۱۷) علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کی بنیاد کب رکھی گئی؟

جواب: ۱۸۷۵ء۔

(۲۱۸) جامعہ ملیہ اسلامیہ کی بنیاد کب رکھی گئی؟

جواب: ۱۹۲۰ء۔

(۲۱۹) عثمانیہ یونیورسٹی کی بنیاد کب رکھی گئی؟

جواب: ۱۹۰۸ء۔

(۲۲۰) وہ کونسی پہاڑی ہے جس پر حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ٹھہری تھی؟

جواب: جودی پہاڑی ہے، جو ترکی میں ہے۔

(۲۲۱) اس خلیفہ کا نام بتایئے جنہوں نے احادیث کو جمع کرنے کا خاص اہتمام کیا؟

جواب: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲۲۲) اس تحریک کا نام بتایئے جس میں آزادی کیلئے ریشمی کپڑوں پر خطوط لکھے گئے؟

جواب: تحریک ریشمی رومال۔

(۲۲۳) تحریک ریشمی رومال کے روح رواں کون تھے؟

جواب: شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲۲۴) جامعہ ملیہ اسلامیہ کی بنیاد کس نے رکھی تھی؟

جواب: شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲۲۵) دارالعلوم دیوبند کے پہلے طالب علم کا نام بتلایئے؟

جواب: شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲۲۶) حضور اکرم ﷺ کے تین معجزوں کو بتایئے؟

جواب: قرآن، معراج، شق القمر (چاند کے ٹکڑے ہونا)۔

(۲۲۷) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تین معجزوں کو بتایئے؟

جواب: اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرنا، مادرزاد اندھوں کو بینائی دینا اور اللہ کے حکم سے کوڑھیوں کو اچھا کرنا

(۲۲۸) سب سے زیادہ احادیث کس صحابی سے مروی ہیں؟

جواب: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔

(۲۲۹) سب سے زیادہ احادیث کس صحابیہ سے مروی ہیں؟

جواب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے۔

(۲۳۰) حضور اکرم ﷺ کی شان میں اشعار کہنے والے مشہور صحابی کا نام بتایئے؟

جواب: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ۔

(۲۳۱) کونسے صحابی کو سید القراء کہا جاتا ہے؟

جواب: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ۔

(۲۳۲) قادسیہ کی جنگ میں مسلمانوں کے سپہ سالار کون تھے؟

جواب: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔

(۲۳۳) دور نبی ﷺ میں مدینہ منورہ کے اردگرد ۲ یہودی قبائل کے نام بتایئے؟

جواب: بنوقریضہ، بنونظیر،

(۲۳۴) حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کس صحابی نے خرید کر آزاد کیا تھا؟

جواب: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

(۲۳۵) نبی اکرم ﷺ نے آخری وصیت میں پانچ ارکان میں سے کس رکن کے اہتمام کو کہا؟

جواب: نماز۔

(۲۳۶) اللہ کا وہ کونسا حکم ہے جس کے ادا نہ کرنے پر نبی اکرم ﷺ نے بچے کی پٹائی کا حکم دیا؟

جواب: نماز۔

(۲۳۷) قرآن کریم کی تین عربی زبان میں مشہور تفاسیر کے نام بتایئے؟

جواب: تفسیر بن کثیرؒ، تفسیر بن جریر طبریؒ، تفسیر جلالین

(۲۳۸) قرآن کریم کی تین اردو زبان میں تفاسیر کے نام بتایئے؟

جواب: معارف القرآن، تفہیم القرآن، تدبر القرآن۔

(۲۳۹) قرآن کریم کی سب سے بڑی سورت میں کتنی آیات ہیں؟

جواب: ۲۸۶ آیات ہیں۔

(۲۴۰) قرآن کریم کی سب سے بڑی آیت میں کس مسئلہ کو ذکر کیا گیا ہے؟

جواب: قرض کی ادائیگی کا وقت اور رقم تحریر کرلی جائے۔

(۲۴۱) قرآن میں متعدد جگہ حجاب یعنی پردہ کا حکم ہے، کوئی ایک آیت نمبر بتائیں؟

جواب: سورۂ النور ۳۱، سورۂ النور ۶۰، سورۂ الاحزاب ۵۹

(۲۴۲) قرآن کریم کی اس سورت کا نام بتایئے جس میں زکاۃ کے ۸ مستحقین کا ذکر ہے؟

جواب: سورۂ التوبہ، آیت نمبر ۶۰۔

(۲۴۳) قرآن کریم میں الصلاۃ الوسطیٰ سے کیا مراد ہے؟

جواب: عصر کی نماز۔

(۲۴۳) قرآن کی اس آیت اور سورت کا نام بتایئے جس میں وضو کے ۴ فرائض بیان کئے گئے ہیں؟

جواب: سورۂ المائدہ، آیت نمبر ۶۔

(۲۴۴) قرآن کی اس آیت اور سورت کا نام بتایئے جس میں اللہ نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے؟

جواب: سورۂ الحجر ، آیت نمبر ۹

(۲۴۵) قرآن کی اس سورت کا نام بتایئے جس میں مسائل میراث کو تفصیل سے ذکر کیا ہے؟

جواب: سورۂ النساء۔

(۲۴۶) قرآن کی اس سورت کا نام بتایئے جس میں مسائل حج کو تفصیل سے ذکر کیا ہے؟

جواب: سورۂ البقرہ۔

(۲۴۷) قرآن کریم میں کس حکیم کی بعض حکمتوں کو ذکر کیا گیا ہے؟

جواب: حکیم لقمان۔

(۲۴۸) قرآن کریم کی وہ کونسی آیت ہے جس میں سود نہ چھوڑنے والوں سے کہا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ؟

جواب: سورۂ البقرہ، آیت نمبر ۲۷۸ اور ۲۷۹۔

(۲۴۹) قرآن کریم کی کونسی آیت میں داڑھی کا ذکر آیا ہے؟

جواب: سورہ طٰہٰ، آیت ۹۴، (يَا ابْنَ أُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي)

(۲۵۰) وہ آیت لکھیئے جس میں مسلمانوں کو نبی ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے؟ جواب: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَه يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيْماً.

رزق کی کنجیاں

ہم سب رزق میں وسعت اور برکت کی خواہش تو رکھتے ہیں، مگر قرآن وحدیث کی روشنی میں رزق کی وسعت کے اسباب سے ناواقف ہیں۔ صرف دنیاوی جدوجہد، محنت اور کوشش پر انحصار کر لیتے ہیں۔ لہذا قرآن وحدیث کی روشنی میں رزق کی وسعت اور برکت کے چند اسباب تحریر کر رہا ہوں۔۔ اگر ہم دنیاوی جدوجہد کے ساتھ اِن اسباب کو بھی اختیار کر لیں، تو اللہ تعالیٰ ہمارے رزق میں کشادگی اور برکت عطا فرمائے گا، ان شاء اللہ، جو ہر شخص کی خواہش ہے :

۱) استغفار وتوبہ (اللّٰہ تعالیٰ سے گناھوں کی معافی مانگنا) :

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا : پس میں نے کہا: اپنے پروردگار سے گناہوں کی معافی طلب کرو۔ بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ آسمان سے تم پر موسلا دھار بارش برسائے گا، اور تمہارے مالوں اور اولاد میں اضافہ کرے گا، اور تمہارے لئے باغ اور نہریں بنائے گا۔ (سورۂ نوح ۱۰۔۱۲)

مفسرین لکھتے ہیں کہ سورۂ نوح کی ان آیات (۱۰۔۱۲)، سورۂ ہود کی آیت نمبر (۳)، اور آیت نمبر (۵۲) میں اس بات کی دلیل ہے کہ گناہوں کی معافی مانگنے سے رزق میں وسعت اور برکت ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کثرت سے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کی، اللہ تعالیٰ اس کو ہر غم سے نجات دیں گے، ہر مشکل سے نکال دیں گے اور اس کو وہاں سے رزق مہیا فرمائیں گے جہاں سے اس کا وہم وگمان بھی نہ ہوگا۔ (مسند احمد، ابوداود، نسائی، ابن ماجہ)

۲) تقوی (اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے زندگی گزارنا):

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لئے (ہر مشکل سے) نکلنے کی راہ بنا دیتا ہے اور اس کو وہاں سے روزی دیتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ (سورۃ الطلاق ۲۔۳)

۳) اللّٰہ تعالیٰ پر توکل:

توکل (بھروسہ) کے معنی امام غزالیؒ نے یوں لکھے ہیں: توکل یہ ہے کہ دل کا اعتماد صرف اسی پر ہو جس پر توکل کرنے کا دعویٰ کیا گیا ہو۔ (احیاء العلوم ۴۔ ۲۵۹)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے، وہ اس کو کافی ہے۔ (سورۃ الطلاق ۳)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ پر اسی طرح بھروسہ کرو جیسا کہ اس پر بھروسہ کرنے کا حق ہے تو تمہیں اس طرح رزق دیا جائے جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس پلٹتے ہیں۔ (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

یاد رکھیں کہ حصولِ رزق کے لئے کوشش اور محنت کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے، جیسا کہ مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پرندوں کو بھی حصول رزق کے لئے گھونسلے سے نکلنا پڑتا ہے۔

٤) اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے فارغ ہونا:

اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ ہم دن رات مسجد میں بیٹھے رہیں اور حصول رزق کے لئے کوئی کوشش نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجالاتے ہوئے زندگی گزاریں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے آدم کے بیٹے! میری عبادت کے لئے اپنے آپ کو فارغ کرؒ میں تیرے سینے کو تونگری سے بھر دوں گا، اور لوگوں سے

تجھے بے نیاز کردوں گا۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد)

۵) حج اور عمرہ میں متابعت (بار بار حج اور عمرہ ادا کرنا) :

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پے در پے حج اور عمرے کیا کرو۔ بے شک یہ دونوں (حج اور عمرہ) فقر یعنی غریبی اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔ (ترمذی، نسائی)

٦) صلہ رحمی (رشتے داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا) :

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے رزق میں کشادگی چاہے،، اسے چاہئے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔ (بخاری) صلہ رحمی سے رزق میں وسعت اور کشادگی ہوتی ہے۔ اس موضوع سے متعلق حدیث کی تقریباً ہر مشہور و معروف کتاب میں مختلف الفاظ کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے ارشادات موجود ہیں۔

۷) اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا :

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: اور تم لوگ (اللہ کی راہ میں) جو خرچ کرو، وہ اس کا بدلہ دے گا، اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔ (سورۂ سبا ۳۹)

احادیث کی روشنی میں علماء کرام نے فرمایا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا بدلہ دنیا اور آخرت دونوں جہان میں ملے گا۔ دنیا میں بدلہ مختلف شکلوں میں ملے گا، جس میں ایک شکل رزق کی کشادگی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے آدم کی اولاد! تو خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا۔ (مسلم)

میرے عزیز بھائیو! جس طرح حصولِ رزق کے لئے ہم اپنی ملازمت، کاروبار اور تعلیم و تعلم میں جد وجہد اور کوشش کرتے ہیں، جان و مال اور وقت کی قربانیاں دیتے ہیں۔ اسی طرح قرآن وحدیث کی روشنی میں ذکر کئے گئے اِن اسباب کو بھی اختیار کریں، اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری روزی میں وسعت اور برکت عطا فرمائے گا، ان شاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اخروی زندگی کو سامنے رکھ کر یہ دنیاوی فانی زندگی گزارنے والا بنائے۔ آمین۔

نذر یعنی منت ماننے کے مسائل

نذر اپنے اوپر کچھ واجب کرنے کا نام ہے۔شرعی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت والے کسی ایسے عمل کو جو اللہ تعالیٰ نے ضروری نہیں قرار دیا یا کسی بھی جائز عمل کو اپنے اوپر لازم کرنے کو نذر یعنی منت ماننا کہتے ہیں،مثلاً کوئی شخص کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے ہر ماہ تین یا پانچ یا سات روزے رکھنے کی نذر مانتا ہوں۔یا یوں کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے فلاں مرض سے شفا دیدی تو میں اتنا مال صدقہ کروں گا۔

نذر یعنی منت ماننے کا رواج پہلی قوموں میں بھی تھا حتی کہ زمانہ جاہلیت میں بھی یہ سلسلہ جاری تھا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں متعدد جگہوں پر نذر کا تذکرہ ملتا ہے۔

اِذْ قَالَتِ امْرَاَةُ عِمْرَانَ رَبِّ اِنِّی نَذَرْتُ لَکَ مَا فِی بَطْنِی مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّی (سورۂ آل عمران ۳۵) جب عمران کی بیوی نے کہا کہ اے میرے رب! میرے پیٹ میں جو کچھ ہے اسے میں نے تیری (عبادت گاہ کی) خدمت کے لئے وقف کرنے کی نذر مانی ہے،تو میری طرف سے قبول فرما۔

فَقُوْلِی اِنِّی نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْماً (سورۂ مریم ۲۶) تو کہہ دینا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے نام کا روزہ نذر مان رکھا ہے۔

وَمَآ اَنْفَقْتُم مِّن نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُم مِّن نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُه (سورۂ البقرہ ۲۷۰) تم جتنا خرچ کرو اور جو کچھ نذر مانو اسے اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے،یعنی اس پر اجر وثواب دیتا ہے۔

نذر کی قسمیں:

نذر اطاعت: اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت والے اعمال مثلاً نماز،روزہ،زکوۃ،حج اور عمرہ وغیرہ میں سے ایسے کسی عمل کو اپنے اوپر لازم کرلینا جس کو اللہ

تعالیٰ نے ضروری نہیں قرار دیا ہے۔ مثلاً کوئی شخص کہے کہ میں روزانہ ۱۰ نوافل ادا کروں گا یا ہر ماہ سات یا آٹھ روزے رکھوں گا۔ ایسی منت کو پورا کرنا لازم ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ (سورۃ الحج ۲۹) اپنی نذروں کو پورا کرو۔ نیز نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ نَذَرَ اَنْ يُّطِيعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْه (بخاری ومسلم) جس شخص نے اللہ کی اطاعت کے لئے کوئی منت مانی تو اس کو پورا کرنا چاہئے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ میں مسجد حرام میں ایک رات کا اعتکاف کروں، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنی نذر کو پورا کرو۔ (بخاری) نذر پوری کرنے والوں کی تعریف خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرمائی ہے: يُوفُوْنَ بِالنَّذْرِ ۰۰۰۰۰۰ (سورۃ الانسان ۷) وہ اللہ کی اطاعت میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور عمرہ کی منت مانتے ہیں اور اس کو پورا کرتے ہیں....... اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نذر پوری کرنے والوں کو نیک لوگوں میں شمار کیا ہے۔

قسم کا کفارہ: اگر کوئی شخص نذر (منت) ماننے کے بعد اس پر عمل کرنے سے رکنا چاہے تو اسے قسم کے کفارہ کی طرح کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ دس مسکینوں کو متوسط درجہ کا کھانا کھلانا یا دس مسکینوں کو بقدر ستر پوشی کپڑا دینا یا غلام آزاد کرانا۔ اگر ان مذکورہ تین کفاروں میں سے کسی ایک کے ادا کرنے پر قدرت نہ ہو تو تین دن کے مسلسل روزہ رکھنے ہوں گے۔

نذر مقید: نذر کی دوسری قسم یہ ہے کہ کسی خاص شرط کے پورے ہونے پر منت مانی جائے، مثلاً اگر میری تنخواہ میں اضافہ ہوا تو میں ۱۰۰ ریال غریب کو دوں گا۔ یا میرا فلاں کام ہو گیا تو میں ایک بکرا ذبح کروں گا۔ اس طرح کی شرط کے ساتھ نذر ماننا جائز تو ہے، البتہ شریعت اسلامیہ نے اس نوعیت کی نذر ماننے کو چند وجوہات کی وجہ سے پسند نہیں فرمایا ہے مثلاً :

☆ کبھی کبھی نذر ماننے والا منت پورا نہیں کر پاتا اور پھر گناہ گار ہوتا ہے۔

☆ لوگوں میں یہ عقیدہ پیدا ہوتا ہے کہ نذر ماننے سے تقدیر بدل جاتی ہے۔

☆ لوگوں میں یہ یقین پیدا ہوتا ہے کہ ان کی نذر کی وجہ سے یہ چیز حاصل ہوئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کی نذر کے متعلق ارشاد فرمایا: نذر ماننے سے کوئی خیر نہیں آتی بلکہ اس کے ذریعہ صرف بخیل کا کچھ مال خرچ ہو جاتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

مسئلہ: اگر کوئی شخص اس طرح کی مقید نذر مان لے تو شرط پائے جانے پر نذر کا پورا کرنا واجب ہے۔ اگر شرط پائے جانے کے باوجود کسی وجہ سے نذر پوری نہ کر سکے تو اسے قسم کے کفارہ کی طرح کفارہ ادا کرنا ہوگا۔

تنبیہ: نذر مثل نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے ایک عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے جیسا کہ نماز کی ہر رکعت میں ہم اس کا اعتراف کرتے ہیں: اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنَ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں)۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بزرگ یا ولی کے نام سے نذر یعنی منت ماننا ناجائز وحرام ہے اور اس نذر کو پورا نہ کرنا واجب اور ضروری ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ (بخاری ومسلم) اللہ کی نافرمانی میں کوئی نذر معتبر نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی شخص نے کسی گناہ کرنے کی یا کسی بزرگ یا ولی کے نام سے نذر مانی تو اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کے ساتھ، اس نذر کا ختم کرنا واجب اور ضروری ہے۔ البتہ کفارہ کے وجوب میں علماء کا اختلاف ہے، احتیاط قسم کے کفارہ ادا کرنے میں ہے۔ اگر کسی شخص نے چند نذریں مانیں مگر اب ان نذروں پر عمل کرنا مشکل ہو رہا ہے، تو وہ اپنی تمام نذروں کو ختم کر سکتا ہے۔ البتہ ایک قسم کا کفارہ ادا کرنا ہوگا یا جتنی نذریں مانی تھیں اتنے ہی کفارے ادا کرنے ہوں گے، اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ احتیاط اسی میں ہے کہ ہر نذر کا الگ الگ کفارہ ادا کرے۔

ہمیں حتی الامکان قسم کھانے سے بچنا چاہئے

قرآن کریم (سورۃ المائدہ آیت ۸۹) واحادیث شریفہ کی روشنی میں قسم کھانے سے متعلق چند ضروری واہم مسائل پیش خدمت ہیں:

☆ اللہ تعالیٰ کے نام یا اس کی صفات کے علاوہ کسی بھی چیز کی قسم کھانا جائز نہیں ہے، مثلاً تیری قسم یا تیرے سر کی قسم۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص قسم کھانا ہی چاہے تو اسے چاہئے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے نام ہی کی قسم کھائے، ورنہ چپ رہے۔ (بخاری ومسلم) نیز حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی چیز کی قسم کھائی، گویا اس نے کفر وشرک کیا۔ (ترمذی، ابوداود) لہذا ہمیں حتی الامکان قسم کھانے سے بچنا چاہئے، اگر ہمیں قسم کھانی ہی پڑے تو صرف اللہ تعالیٰ کی قسم کھائیں۔

☆ آئندہ زمانے میں کسی جائز کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھانے کو **یمین منعقدہ** کہا جاتا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے توڑنے کی صورت میں کفارہ واجب ہوتا ہے۔ مثلاً کسی شخص نے قسم کھائی کہ میں فلاں کام نہیں کروں گا، پھر وہ کام کرلے تو اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے۔ قسم کا کفارہ یہ ہے: دس مسکینوں کو متوسط درجہ کا کھانا کھلانا یا دس مسکینوں کو بقدر ستر پوشی کپڑا دینا یا ایک غلام آزاد کرانا۔ اگر ان مذکورہ تین کفاروں میں سے کسی ایک کے ادا کرنے پر قدرت نہ ہو تو قسم توڑنے والے کو تین دن کے مسلسل روزہ رکھنے ہوں گے۔ ہاں اگر کسی شخص نے ناجائز امر مثلاً نماز نہ پڑھنے کی قسم کھائی تو اس کی قسم کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، لہذا اس کو نماز پڑھنی ہی ہوگی البتہ کوئی کفارہ اس کے ذمہ نہیں ہوگا۔

☆ کسی گزشتہ واقعہ کو اپنے نزدیک سچا سمجھ کر قسم کھائے اور حقیقت میں وہ غلط ہو، مثلاً کسی کے ذریعہ سے یہ معلوم ہوا کہ فلاں شخص آگیا ہے، اس پر اعتماد کرکے اس نے قسم کھالی، پھر معلوم ہوا کہ وہ نہیں آیا ہے۔ اسی طرح بلا قصد زبان سے قسم کے الفاظ نکل جائیں جیسے لا واللہ، بلی واللہ، قسم خدا کی۔ اس

طرح کی قسم کھانے کو **یمین لغو** کہا جاتا ہے۔ ایسی قسم کھانا بڑا گناہ تو نہیں ہے، البتہ آداب گفتگو کے خلاف ہے لہذا اس طرح کی قسم کھانے سے بھی حتی الامکان بچنا چاہئے۔

جھوٹی قسم کھانا گناہ کبیرہ ہے:

جھوٹی قسم کھانا بہت بڑا گناہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے شرک، والدین کی نافرمانی اور کسی کا ناحق قتل کرنے کی طرح جھوٹی قسم کھانے کو بھی بڑے گناہوں میں شمار کیا ہے۔ (صحیح بخاری) مثلاً کسی شخص نے کوئی کام کرلیا ہے اور وہ جانتا ہے کہ میں نے یہ کام کیا ہے، اور پھر جان بوجھ کر قسم کھالے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا۔ اس طرح کی جھوٹی قسم کھانا بہت بڑا گناہ ہے اور دنیا وآخرت میں وبال کا سبب ہے۔ ایسے شخص کے لئے اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرنا لازم ہے۔ اگر یہ جھوٹی قسم قرآن کریم پر ہاتھ رکھ کر کھائی جائے تو اس کا گناہ اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ جھوٹی قسم انسان کو گناہ اور وبال میں غرق کردینے والی ہے اس لئے اس قسم کو **یمین غموس** کہا جاتا ہے۔ یمین کے معنی قسم اور غموس کے معنی ڈبو دینے والے کے ہیں، یعنی وہ قسم جو انسان کو ہلاک کرنے والی ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک جھوٹی قسم کھانے پر کوئی کفارہ تو نہیں ہے، لیکن گناہ کبیرہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے معافی اور توبہ واستغفار ضروری ہے۔ البتہ حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ جھوٹی قسم پر توبہ واستغفار کے ساتھ کفارہ بھی لازم ہے۔

اگر کسی شخص نے جھوٹی قسم کھالی، پھر وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرتا ہے اور اللہ کے سامنے اپنے کئے ہوئے گناہ پر نادم بھی ہے اور آئندہ نہ کرنے کا عزم بھی کرتا ہے تو اس کی آخرت میں کوئی پکڑ نہیں ہوگی ان شاء اللہ۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ اگر بندہ سچے دل سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا میں بڑے بڑے گناہوں کو معاف کردیتا ہے یہاں تک کہ شرک جو سب سے بڑا گناہ ہے وہ بھی دنیا میں معافی مانگنے پر معاف کردیا جاتا ہے۔ سورۃ الزمر آیت نمبر

۵۳ میں فرمان الٰہی ہے: کہہ دو کہ: "اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر رکھی ہے (یعنی گناہ کر رکھے ہیں) اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ یقین جانو اللہ سارے کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ یقیناً وہ بخشنے والا، بڑا مہربان ہے" اسی طرح سورۃ النساء آیت نمبر ۴۸ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: بیشک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، اور اس سے کمتر ہر بات کو جس کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کرے گا یا نہیں، ہمیں معلوم نہیں، لہٰذا ہمیں دنیا میں رہ کر تمام گناہوں سے بچنا چاہیئے کہ نہ معلوم کونسا گناہ ہمیں جہنم میں لے جانے کا سبب بن جائے۔ جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا یقیناً گناہ کبیرہ ہے، لیکن اگر کوئی شخص صرف اور صرف دو فریق کو جھگڑوں سے محفوظ رکھنے کے لئے جھوٹی قسم کھاتا ہے اور پھر اللہ سے معافی بھی مانگتا ہے تو اس کی آخرت میں پکڑ نہیں ہوگی ان شاء اللہ۔

خلاصۂ کلام: ہمیں حتی الامکان قسم کھانے سے بچنا چاہیئے، اگر ہمیں قسم کھانی ہی پڑے تو صرف اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھائیں۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی چیز کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔ جھوٹی قسم کھانا بہت بڑا گناہ ہے، حضور اکرم ﷺ نے چار بڑے گناہوں میں شمار کیا ہے۔ آئندہ زمانے میں کسی جائز کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھانے کے توڑنے کی صورت میں کفارہ واجب ہوتا ہے، یعنی دس مسکینوں کو متوسط درجہ کا کھانا کھلانا یا دس مسکینوں کو بقدر ستر پوشی کپڑا دینا یا ایک غلام آزاد کرانا۔ اگر ان مذکورہ تین کفاروں میں سے کسی ایک کے ادا کرنے پر قدرت نہ ہو تو قسم توڑنے والے کو تین دن کے مسلسل روزہ رکھنے ہوں گے۔

کبیرہ گناھوں سے اجتناب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا كَبَآئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُكَفِّرۡ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ وَنُدۡخِلۡكُمۡ مُّدۡخَلًا كَرِيۡمًا﴾ (سورہ النساء ۳۱) اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تمہیں منع کیا جاتا ہے، تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ دور کر دیں گے، اور تمہیں ایک عزت کی جگہ (جنت) میں داخل کریں گے۔۔۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا وعدہ فرمایا ہے کہ جو شخص کبیرہ گناہوں (یعنی بڑے گناہوں) سے اجتناب کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کے چھوٹے گناہوں کو معاف فرما کر، اس کو اپنے فضل وکرم سے جنت میں داخل فرمائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمیں کبیرہ گناہوں (یعنی بڑے بڑے گناہوں) سے بچنا چاہئے۔ لیکن کبیرہ گناہوں سے اجتناب اور بچنے کے لئے ان کا جاننا ضروری ہے۔ لہذا کبیرہ گناہوں میں سے اُن ۴۰ گناہوں کو مختصراً لکھ رہا ہوں جن میں آجکل ہمارا معاشرہ مبتلا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کبیرہ وصغیرہ تمام گناہوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

گناہ کبیرہ کس کو کہتے ہیں: ہر اس گناہ کو کبیرہ گناہ یعنی بڑا گناہ کہتے ہیں جس سے شریعت اسلامیہ نے سختی کے ساتھ روکا ہو، یا جس کے مرتکب کے لئے دنیا میں کوئی سزا مقرر کی گئی ہو، یا آخرت میں کوئی سخت وعید سنائی گئی ہو، یا اس کے ارتکاب سے ایمان کی نفی کی گئی ہو، یا قرآن وحدیث میں اسکے لئے ملعون وغیرہ جیسے الفاظ استعمال کئے گئے ہوں۔

گناہ کبیرہ کا ارتکاب: اگر کسی شخص نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کر لیا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے توبہ واستغفار کرے نیز کئے ہوئے گناہ پر نادم (شرمندہ) ہو کر آئندہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرے۔

سچے دل سے معافی مانگنے پر اللہ تعالیٰ بڑے سے بڑے گناہ (خواہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہی

کیوں نہ ہوں) حتیٰ کہ شرک کو بھی معاف فرما دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: قُلْ یٰٓعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ. اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا، اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (سورہ الزمر ۵۳)۔ (اے نبیؐ) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ یقیناً اللہ سارے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ وہ تو بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ لیکن میرے عزیز دوستو! موت کا فرشتہ روح نکالنے کے لئے کسی بھی لمحہ آ سکتا ہے۔ اُس کے بعد معافی مانگنے کا موقع میسر نہیں ہوگا۔ لہٰذا ابھی وقت ہے، معافی کا دروازہ کھلا ہے، فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ اور اس سے معافی مانگیں۔

گناہ کبیرہ کی تعداد ۷۰ سے بھی زیادہ ذکر کی گئی ہے، اُن ۴۰ گناہ کبیرہ کو یہاں لکھ رہا ہوں جس میں ہمارا معاشرہ مبتلا ہے:

اللہ کے ساتھ کسی کو عبادت میں شریک کرنا۔ کسی کو ناحق قتل کرنا۔ جادو کرنا یا جادو کروانا۔ سود کھانا۔ نماز نہ پڑھنا۔ زکاۃ ادا نہ کرنا۔ بلا عذر رمضان کے روزے نہ رکھنا۔ استطاعت کے باوجود حج ادا نہ کرنا۔ والدین کی نافرمانی کرنا۔ رشوت لینا یا دینا۔ شراب پینا یا کسی دوسری نشہ آور چیز کا استعمال کرنا۔ زنا کرنا۔ رشتے داروں سے قطع تعلق کرنا۔ تکبر کرنا۔ جھوٹ بولنا۔ جھوٹی قسم کھانا۔ جھوٹی گواہی دینا۔ فحش کلامی کرنا۔ جوا کھیلنا۔ مال حرام طریقے سے کمانا اور اس کا خرچ کرنا۔ کسی شخص کو دھوکہ دینا۔ کسی پر ظلم وستم کرنا۔ چغل خوری کرنا۔ خودکشی کرنا۔ چوری یا ڈکیتی کرنا۔ ناپ وتول میں کمی بیشی کرنا۔ کسی بھی انسان مثلاً پڑوسی کو تکلیف پہونچانا۔ TV اور Internet کے ذریعہ فحش مناظر دیکھنا۔ پیشاب کے قطرات سے نہ بچنا۔ مردوں کا (تکبرانہ) ٹخنوں سے نیچے کپڑا پہننا۔ مردار یا حرام جانور کا گوشت کھانا۔ کسی شخص کا مال ناحق کھانا۔ مسلمانوں کی تکفیر کرنا۔ اللہ اور رسول کی طرف جھوٹی

بات منسوب کرنا۔شوہر کی نافرمانی کرنا۔عورتوں کا بے پردہ رہنا۔ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا۔ لواطت اور عورت کے پیچھے کے راستہ میں مباشرت کرنا۔غیر اللہ کے لئے جانور ذبح کرنا۔کاہنوں اور نجومیوں کی تصدیق کرنا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو گناہ کبیرہ سے بچائے اور جو گناہ کبیرہ وصغیرہ ہم سے سرزد ہو گئے ہیں، اللہ ان کو معاف فرمائے۔ آمین۔

امتحانات ۔۔۔ اور ۔۔ ہم ۔۔۔

بچوں کے امتحانات کا سلسلہ جاری ہے، بچوں کے ساتھ' والدین، بھائی بہن، ودیگر متعلقین بھی اِن امتحانات میں ہمہ تن مشغول ہیں۔ ہر شخص کی خواہش ہے کہ میرا بیٹا/ بیٹی، بھائی/ بہن اچھے نمبرات سے امتحانات میں کامیابی حاصل کرے۔۔۔۔کسی اچھے کورس میں اس کا داخلہ ہوجائے۔۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔ انہیں افکار و جدوجہد کی وجہ سے ہر شخص کی اپنی ذاتی زندگی اِن دِنوں کسی نہ کسی حد تک اِن امتحانات سے متاثر ہے۔ فیملیوں کا ملنا جلنا بھی کم ہے۔ فیملیوں کا مختلف مناسبات کی دعوتوں کو مؤخر کردیا گیا ہے۔ بس ہر شخص کی ایک ہی کوشش، جدوجہد اور دعا ہے کہ میرا بیٹا/ بیٹی، بھائی/ بہن' اِن امتحانات میں کامیابی حاصل کرلے تاکہ اس کا مستقبل روشن وتابناک بن جائے۔ ان امتحانات میں کامیابی کے لئے کوشش کرنا ہماری ذمہ داری ہے تاکہ ہم اور ہمارے بچے' تعلیم یافتہ ہوکر ایک اچھا مقام حاصل کرسکیں۔۔ ایک اچھی ومہذب زندگی گزار سکیں۔۔۔ لیکن اِن امتحانات کے ساتھ' اِن امتحانات سے بہت زیادہ اہم' ایک دوسرا امتحان بھی ہے جس کی تیاری بھی ہمیں اسی دنیاوی زندگی میں رہ کر کرنی ہے۔ اور یہ دنیاوی زندگی کب ختم ہوجائے گی، کسی کو نہیں معلوم۔ ہر شخص کا اس دنیاوی زندگی کو الوداع کہنا یقینی ہے، جس کا انکار نہ کسی نے کیا ہے اور نہ کوئی کرسکتا ہے۔

ہم اِن امتحانات سے متاثر ہوکر اپنی دنیاوی زندگی گزارتے ہیں، ان امتحانات میں کامیابی کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ بے شمار مالی وجسمانی قربانیاں دیتے ہیں۔ اپنے راحت وآرام کو قربان کرتے ہیں، حالانکہ ہم سب کا تجربہ ہے کہ ان امتحانات میں ناکامی کے باوجود' دنیا میں کامیابی کے بے شمار راستے نکل آتے ہیں۔۔۔اس کی تلافی ہوجاتی ہے۔۔۔نیز اگر ان امتحانات میں بالکل ہی ناکام ہوجائیں،،، تب بھی دنیاوی زندگی بہر حال گزر رہی جاتی ہے، اگرچہ یہ ہمارا مطلوب نہیں ہے۔۔۔ ہمارا مطلوب تو تعلیم حاصل کرکے دونوں جہاں میں کامیابی حاصل کرنا ہے۔

ان امتحانات میں مشغولیت کے ساتھ، ہماری یہ کوشش وفکر اور دعا ہونی چاہئے کہ ہم، ہماری اولاد، ہمارے اعزاء واقرباء اور دیگر متعلقین اخروی امتحان میں ضرور بالضرور کامیاب ہوجائیں کیونکہ اخروی امتحان میں ناکامی کی صورت میں دردناک عذاب ہے جس کی تلافی مرنے کے بعد ممکن نہیں ہے، مرنے کے بعد آنسو کے سمندر بلکہ خون کے آنسو بہانے سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یاد رکھیں کہ اگر ہم اخروی امتحان کو سامنے رکھ کر یہ دنیاوی زندگی گزاریں گے تو ہمارا ان بچوں کے امتحانات میں مشغول ہونا، ان کی تعلیم پر پیسہ خرچ کرنا، ملازمت یا کاروبار کرنا، سونا، کھانا، پینا، وغیرہ ہر عمل دنیا وآخرت دونوں جہاں کی کامیابی دلانے والا بنے گا، ان شاء اللہ۔

اخروی امتحان میں کامیابی اور ناکامی کی صورت میں کیا نتائج مرتب ہوں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں جگہ جگہ اس کا ذکر فرمایا ہے۔ سورۃ الحاقہ کی چند آیات میں بھی اس صورت حال کا ذکر کیا گیا ہے جن کا خلاصۂ تفسیر درج ذیل ہے:

خلاصۂ تفسیر: جس روز تم خدا کے روبرو حساب کے واسطے پیش کئے جاؤ گے۔ اور تمہاری کوئی بات اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہوگی۔ پھر نامۂ اعمال ہاتھ میں دئے جائیں گے، تو جس شخص کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ تو جوش ومسرت میں بے ساختہ ہر ایک سے کہتا پھرے گا کہ میرا نامۂ اعمال تو پڑھو۔ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کامیاب وکامران ہوگیا۔ میرا تو پہلے ہی سے اعتقاد تھا کہ مجھ کو میرا حساب ملنے والا ہے۔۔۔ غرض وہ شخص پسندیدہ عیش یعنی جنت میں ہوگا جس کے میوے اس قدر جھکے ہوں گے کہ جس حالت میں چاہے گا حاصل کرلے گا۔ اور حکم ہوگا کہ کھاؤ اور پیو مزے کے ساتھ ان اعمال کے صلہ میں جو تم نے دنیاوی زندگی میں کئے۔۔۔

اور جس شخص کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، سو وہ نہایت حسرت سے کہے گا، کاش! مجھ کو میرا نامۂ اعمال ملتا ہی نہیں، اور مجھ کو یہ خبر ہی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے۔ کاش! میری پہلی موت جو دنیا میں آئی تھی فیصلہ کن ہوتی اور دوبارہ زندہ نہ ہوتا جس پر یہ حساب وکتاب مرتب

ہوا۔۔۔افسوس ! میرا مال میرے کچھ کام نہیں آیا۔ میرا سارا اقتدار (جاہ ومرتبہ) ختم ہوگیا۔۔۔ ایسے شخص کے لئے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس شخص کو پکڑو، اوراس کے گلے میں طوق پہنا دو، پھر دوزخ میں اس کو داخل کردو، پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیائش ستر گز ہے اس کو جکڑ دو۔۔۔ یہ شخص اللہ تعالیٰ پر جس طرح ایمان لانا ضروری تھا، ایمان نہیں رکھتا تھا۔اور خود تو کسی کو کیا دیتا، دوسروں کو بھی غریب آدمی کو کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا تھا۔سو آج اس شخص کا نہ کوئی دوست ہے اور نہ اس کو کھانے پینے کی کوئی چیز نصیب ہے، بجز اس گندے پانی کے جس میں اہل جہنم کی پیپ اور پس پڑی ہوگی، جس کو گناہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا پیتا ہوگا۔

ابھی وقت ہے۔موت کا فرشتہ کسی بھی وقت جسم سے روح نکال سکتا ہے۔کسی بھی لمحہ آنکھ ہمیشہ کے لئے بند ہوسکتی ہے۔۔۔روح پرواز ہونے کے بعد' ایک دفعہ حج یا عمرہ کرنے، ایک پیسہ صدقہ کرنے، ایک سجدہ یا رکوع کرنے، حتیٰ کہ صرف ایک مرتبہ اللہ اکبر کہنے کی بھی اجازت نہیں ہوگی، کیونکہ موت پر عمل کا وقت ختم اوراعمال کے مطابق جزا وسزا کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔لہذا ہم سب یہ عزم مصمم کریں کہ ان دنیاوی امتحانات کے ساتھ' اس اخری امتحان کی تیاری کرتے رہیں گے کہ جس میں ناکامی کی صورت میں جہنم کی دہکتی ہوئی آگ ہے جو دنیاوی آگ سے ستر گنا زیادہ گرم ہے۔اگر ہم واقعی اخروی امتحان کو سامنے رکھ کر اس دنیاوی زندگی کو گزاریں گے تو ان شاء اللہ ہمیں دنیاوی زندگی میں بھی کامیابی وراحت ملے گی، اور کل قیامت کے دن ہمارا Result ان شاء اللہ داہنے ہاتھ میں ملے گا، اور ہم کامیاب ہوکر ہمیشہ ہمیشہ کے آرام وسکون میں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ سے گزشتہ ایام میں ہوئی کوتاہیوں کی سچے دل سے معافی مانگیں۔اِس وقت کا ایک قطرہ آنسو بہا کر اللہ تعالیٰ سے صدق دل سے معافی مانگنا مفید ہوگا، لیکن مرنے کے بعد آنسو کے سمندر بہانے سے بھی کچھ حاصل نہیں ہوگا۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو دونوں جہاں میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین۔

گائے کا گوشت

گائے کے گوشت کے متعلق ایک صاحب کا بیان اخبار میں پڑھا، جس میں موصوف نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ گائے ذبیحہ کے خلاف تھے۔ حالانکہ پوری امت مسلمہ قرآن وحدیث کی روشنی میں گائے کے گوشت کے حلال ہونے پر متفق ہے۔ یقیناً مسلمانوں کے لئے عید الاضحیٰ کے موقع پر گائے ہی ذبح کرنا یا عام حالات میں گائے کا گوشت کھانا فرض یا واجب نہیں ہے، لیکن یہ کہنا کہ حضور اکرم ﷺ گائے ذبح کرنے کے خلاف تھے، قرآن وحدیث سے عدم واقفیت کی علامت ہے۔ موصوف نے جس قول کا سہارا لیا ہے وہ جمہور محدثین کے مطابق منکر ہے اور قابل عمل نہیں ہے۔ اس کے مقابلہ میں قرآن کریم کی متعدد آیات اور حضور اکرم ﷺ کے ارشادات میں واضح طور پر موجود ہے کہ گائے کا گوشت نہ صرف حلال ہے بلکہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے نبی اکرم ﷺ نے بھی کھایا ہے۔ ہاں اگر مسلمان برادران وطن کے ساتھ یکجہتی اور رواداری کے لئے گائے ذبح نہ کریں تو اس کی گنجائش ضرور ہے مگر گائے ذبح کرنے کو شریعت کے خلاف قرار دینا یا یہ کہنا کہ حضور اکرم ﷺ گائے ذبح کرنے کے خلاف تھے، سراسر غلط ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں گائے (سورۃ البقرہ) کے نام سے سب سے بڑی سورت نازل فرمائی جس کی کل قیامت تک تلاوت ہوتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں ۹ جگہ گائے کا اور ۱۰ جگہ بچھڑے کا ذکر فرمایا ہے۔ قرآن کریم (سورہ ہود آیت نمبر ۶۹ اور ۷۰) میں ہے کہ جب دو فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ان کو یہ خوشخبری دینے کے لئے آئے کہ ان کے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا (یعنی حضرت اسحاق علیہ السلام) تو مہمان نوازی کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھنے ہوئے بچھڑے کا گوشت ان کے سامنے پیش فرمایا۔ سورہ الذاریات میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۴۴ میں وضاحت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے کہ گائے اور بچھڑے دونوں حلال ہیں۔

حدیث کی سب سے مستند کتاب صحیح بخاری (کتاب المناسک، باب ذبح الرجل البقر عن نساءہ من غیر امرہن) میں ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ قربانی کے دن ہمارے یہاں گائے کا گوشت لایا گیا تو میں نے کہا کہ یہ کیسا ہے؟ (لانے والے نے) کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی ازواج (بیویوں) کی طرف سے قربانی کی ہے۔ اس حدیث میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی اور ان کو کھانے کے لئے گائے کا گوشت بھیجا۔

حدیث کی دوسری مستند کتاب صحیح مسلم (کتاب الزکاۃ۔ باب اباحۃ الہدیہ للنبی ﷺ) میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں گائے کا گوشت لایا گیا تو آپ ﷺ سے یہ کہا گیا کہ یہ گوشت حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو صدقہ میں دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ ان کے لئے صدقہ اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔ لہذا تم سب کھاؤ۔

خود حضور اکرم ﷺ نے بھی گائے کا گوشت کھایا ہے جیسا کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مقام صرار پر پہنچے تو آپ ﷺ نے ایک گائے ذبح کرنے کا حکم فرمایا۔ وہ ذبح کی گئی اور سب لوگوں نے اس کے گوشت میں سے کھایا۔
(صحیح مسلم۔ کتاب المساقاۃ۔ باب بیع البعیر واستثناء رکوبہ)

صحیح مسلم (کتاب الحج۔ باب جواز الاشتراک فی الہدی) میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کا تلبیہ کہتے ہوئے چل دئے، تو حضور اکرم ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا کہ اونٹ اور گائے کی قربانی میں باہم شریک ہوجائیں، سات سات آدمی ایک اونٹ یا ایک گائے کی مل کر قربانی کریں۔

جب اللہ تعالیٰ نے گائے کے گوشت کو حلال قرار دیا ہے جیسا کہ سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۴۴ میں وضاحت کے ساتھ مذکور ہے۔ نیز ساری انسانیت میں سب سے افضل حضور اکرم ﷺ سے گائے کا

گوشت کھانے کا ثبوت احادیث نبویہ میں موجود ہے۔ عیدالاضحیٰ اور حج کے موقع پر حضور اکرم ﷺ سے گائے کی قربانی کرنے کا واضح ثبوت احادیث میں موجود ہے۔ نیز قرآن وحدیث کی روشنی میں ۱۴۰۰ سال سے امت مسلمہ کے تمام مکاتب فکر گائے کے گوشت کے حلال ہونے پر متفق ہیں۔ تو ہمیں یا کسی کو کیا حق حاصل ہے کہ ہم حضور اکرم ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب کریں کہ جس کی کوئی واضح دلیل موجود نہیں ہے۔ اور جو قول ذکر کیا گیا وہ کسی بھی حال میں ہمارے نبی اکرم ﷺ کا فرمان نہیں ہے جیسا کہ محدثین نے وضاحت کے ساتھ ذکر کر دیا ہے۔ اور اگر تسلیم کر بھی لیا جائے تو قرآن وحدیث کے واضح دلائل کی روشنی میں یہی کہا جائے گا کہ اس سے مراد بے جا استعمال ہے، اور ظاہر ہے کہ کسی بھی چیز کی کثرت نقصان دہ ہوسکتی ہے۔

قرآن وحدیث کے واضح حکم کے برخلاف کسی ایسے قول (گائے کے دودھ کو پیو کہ اس میں شفاء ہے اور گائے کے گوشت سے بچو کہ اس میں بیماری ہے) کو دلیل کے طور پر پیش کرنا جس کے متعلق جمہور علماء کا فیصلہ ہے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان نہیں ہے، بالکل غلط ہے۔ نیز یہ قول دیگر سندوں سے بھی کتابوں میں مذکور ہے جس میں گائے کے دودھ کو پیو کہ اس میں شفاء ہے تو مذکور ہے لیکن دوسرا جملہ مذکور نہیں ہے، جو اس بات کی واضح علامت ہے کہ دوسرا جملہ بعد میں کسی نے بڑھایا ہے۔

میں اپنے ہم وطن ہندو بھائیوں سے بھی یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ ہم آپ کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کے لئے گائے ذبح نہیں کرتے ہیں بلکہ جس طرح آپ کی کتابوں کے مطابق گائے ایک مقدس جانور ہے اسی طرح اس کائنات کے مالک، خالق اور رازق کے کلام یعنی قرآن مجید میں اور ساری انسانیت کے نبی اکرم ﷺ کے اقوال میں ہمیں گائے ذبح کرنے کی اجازت ہے اور بقرعید کے موقع پر اگر ہم مسلمان گائے ذبح کرتے ہیں تو وہ آپ کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کے لئے نہیں بلکہ اس عمل کو مقدس سمجھ کر ہی کرتے ہیں۔ نیز جس طرح تم گائے کی پوجا کو عبادت سمجھتے ہو، اسی طرح عیدالاضحیٰ کے موقع پر مسلمانوں کا گائے کی قربانی کرنا شریعت اسلامیہ میں عبادت ہے۔

انگوٹھی پہننے کا حکم

سونے کی انگوٹھی: حضور اکرم ﷺ کی واضح تعلیمات کی روشنی میں علماء کرام کا اتفاق ہے کہ سونے کی انگوٹھی عورتوں کے لئے پہننا جائز ہے لیکن مردوں کے لئے حرام ہے، جیسا کہ مشہور محدث امام نووی ؒ (۶۳۱ھ۔۶۷۶ھ) اور حافظ ابن عبد البرؒ (۳۶۸ھ۔۴۶۳ھ) نے اس مسئلہ میں اجماع امت ذکر کیا ہے۔ ہاں ابتداء اسلام میں مردوں کے لئے سونے کی انگوٹھی پہننا جائز تھی، اسی وجہ سے بعض صحابہ کرام کے سونے کی انگوٹھی پہننے کے واقعات کتابوں میں ملتے ہیں، لیکن بعد میں حرام کردی گئی۔ غرضیکہ پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ قیامت تک مردوں کے لئے سونے کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کی عورتوں کے لئے سونا اور ریشم حلال ہے لیکن میری امت کے مردوں کے لئے حرام ہے۔ (مسند احمد)

چاندی کی انگوٹھی: سونے کی طرح چاندی کی انگوٹھی پہننا عورتوں کے لئے جائز ہے، البتہ مردوں کے لئے چند شرائط کے ساتھ چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ نے بادشاہ روم کو خط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ اگر آپ کے خط پر مہر نہ ہوئی تو وہ آپ کا خط نہیں پڑھیں گے چنانچہ آپ ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اس پر نقش تھا محمد رسول اللہ۔ (بخاری، کتاب اللباس۔ باب اتخاذ الخاتم لیختم بہ الشیء) غرضیکہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی مہر کے طور پر انگوٹھی کا استعمال کیا ہے، لیکن فقہاء وعلماء میں اختلاف ہے کہ انگوٹھی پہننا سنت ہے یا صرف جائز ہے۔

انگوٹھی میں یاقوت وغیرہ پتھر کا استعمال: اکثر علماء کی رائے ہے کہ انگوٹھی میں یاقوت وغیرہ پتھر لگا کر پہننا جائز ہے، اگرچہ بعض علماء نے اختلاف کیا ہے۔

دوسری دھات کی انگوٹھی: لوہے، پیتل وغیرہ کی انگوٹھی کے متعلق بھی علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء

نے عورتوں کے لئے گنجائش رکھی ہے لیکن مردوں کے لئے جائز نہیں کیونکہ شریعت اسلامیہ نے مردوں کے لئے خاص مقدار کی صرف چاندی کی انگوٹھی پہننے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ بعض احادیث میں وارد ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے لوہے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا ہے۔ اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ مرد وعورت دونوں لوہے کی انگوٹھی پہننے سے پرہیز کریں۔ ہاں موجودہ زمانہ کے آرٹیفیشیل زیوارات خواتین استعمال کرسکتی ہیں۔

انگوٹھی کونسے ہاتھ میں: انگوٹھی دائیں یا بائیں دونوں ہاتھ میں سے کسی بھی ہاتھ میں پہن سکتے ہیں کیونکہ حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ (ابوداود) جبکہ حدیث کی مشہور کتاب (ترمذی) میں ہے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی استعمال کرتے تھے۔ غرضیکہ عمومی طور پر آپ ﷺ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی استعمال کرتے تھے اگرچہ بائیں ہاتھ میں بھی انگوٹھی پہنی جاسکتی ہے۔

انگوٹھی کونسی انگلی میں: حضور اکرم ﷺ نے شہادت والی انگلی اور بیچ والی انگلی میں انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم) امام نوویؒ نے اس حدیث کی شرح میں تحریر کیا ہے کہ مردوں کے لئے ان دو انگلیوں میں سے کسی ایک انگلی میں انگوٹھی پہننا مکروہ ہے۔ غرضیکہ سب سے چھوٹی یا اس کے برابر والی انگلی میں انگوٹھی پہنی جاسکتی ہے۔ چونکہ خواتین شرعاً ایک سے زیادہ انگوٹھی استعمال کرسکتی ہیں تو ان کے لئے کسی بھی انگلی میں انگوٹھی پہننے کی گنجائش ہے۔

مردوں کے لئے چاندی کی انگوٹھی کا وزن: حدیث کی مشہور کتاب ابوداود میں وارد ایک حدیث کی بنیاد پر علماء احناف نے تحریر کیا ہے کہ مرد حضرات ساڑھے چار ماشہ (تقریباً پانچ گرام) سے زیادہ کی چاندی کی انگوٹھی استعمال نہ کریں۔ البتہ عورتوں کے لئے انگوٹھی کے وزن کی کوئی شرط نہیں ہے۔

مردوں کے لئے چاندی کی انگوٹھی کی تعداد: اکثر علماء کی رائے ہے کہ مرد حضرات صرف ایک ہی

انگوٹھی پہن سکتے ہیں، اگرچہ بعض علماء نے فضول خرچی کے بغیر ایک سے زیادہ کی گنجائش رکھی ہے۔

انگوٹھی پر نقش کروانا: علماء کرام نے انگوٹھی پر کسی کا نام نقش کرانے کی اجازت فرمائی ہے۔

انگوٹھی کا نگ: انگوٹھی پہننے کے وقت اس کا نگ ہتھیلی کی طرف کرنا حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔ (ابوداود) لیکن ایسا کرنا انگوٹھی پہننے والے کے لئے ضروری نہیں ہے۔

وضو اور غسل کے دوران انگوٹھی کو حرکت دینا: اگر انگوٹھی بہت زیادہ تنگ ہے تو وضو اور غسل کے دوران اس کو حرکت دینا ضروری ہے تا کہ پانی اندر تک پہنچ جائے، لیکن اگر انگوٹھی بہت زیادہ تنگ نہیں ہے اور یقین ہے کہ پانی کھال تک خود ہی پہنچ جائے گا تو پھر انگوٹھی کو حرکت دینا ضروری نہیں ہے۔

نئے سال کی آمد پر جشن یا اپنا محاسبہ

یہ دنیا کس طرح دوڑ رہی ہے کہ مہینے دنوں کی طرح اور دن گھنٹوں کی طرح گزر رہے ہیں۔ ہمیں احساس بھی نہیں ہورہا اور ہماری زندگی کے ایام کم ہوتے جارہے ہیں اور ہم برابر اپنی موت کے قریب ہوتے جارہے ہیں۔ ہم اپنی دنیاوی زندگی میں ایسے مصروف اور منہمک ہیں کہ لگتا ہے کہ ہم اسی دنیا میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ حالانکہ عقلمند اور نیک بخت وہ ہے جو دنوں کی تیزی سے جانے اور سال وموسم کے بدلنے کو اپنے لئے عبرت بنائے، وقت کی قدر و قیمت سمجھے کہ وقت صرف اس کی وہ عمر ہے جو اس کے ہر سانس پر کم ہورہی ہے اور اچھے اعمال کی طرف راغب ہوکر اپنے مولا کو راضی کرنے کی کوشش کرے۔ وقت کا تیزی کے ساتھ گزرنا قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اُس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک زمانہ آپس میں بہت قریب نہ ہوجائے (یعنی شب وروز کی گردش بہت تیز نہ ہوجائے) چنانچہ سال مہینے کے برابر، مہینہ ہفتہ کے برابر، ہفتہ دنوں کے برابر اور دن گھنٹے کے برابر ہوجائے گا۔ اور گھنٹے کا دورانیہ بس اتنا رہ جائے گا جتنی دیر میں آگ کا شعلہ یکدم بھڑک کر بجھ جاتا ہے۔ (مسند احمد، ترمذی)

اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کے لئے موت کا وقت اور جگہ متعین کردی ہے اور موت ایسی شی ہے کہ دنیا کا کوئی بھی شخص خواہ وہ کافر یا فاجر حتی کہ دہریہ ہی کیوں نہ ہو، موت کو یقینی مانتا ہے۔ اور اگر کوئی موت پر شک وشبہ بھی کرے تو اسے بے وقوفوں کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ بڑی بڑی مادی طاقتیں اور مشرق سے مغرب تک قائم ساری حکومتیں موت کے سامنے عاجز و بے بس ہوجاتی ہیں۔ ہر شخص کا مرنا یقینی ہے لیکن موت کا وقت اور جگہ سوائے اللہ کی ذات کے کسی بشر کو معلوم نہیں۔ چنانچہ بعض بچپن میں، بعض عنفوان شباب میں اور بعض ادھیڑ عمر میں، جبکہ باقی بڑھاپے میں داعی اجل کو

لبیک کہہ جاتے ہیں۔ بعض صحت مند تندرست نوجوان سواری پر سوار ہوتے ہیں لیکن انہیں نہیں معلوم کہ وہ موت کی سواری پر سوار ہوچکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس حقیقت کو بار بار ذکر فرمایا ہے: تم جہاں بھی ہوگے (ایک نہ ایک دن) موت تمہیں جا پکڑے گی، چاہے تم مضبوط قلعوں میں ہی کیوں نہ رہ رہے ہو۔ (سورۃ النساء ۷۸) (اے نبی!) آپ کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو، وہ تم سے آملنے والی ہے۔ یعنی وقت آنے پر موت تمہیں ضرور اچک لے گی۔ (سورۃ الجمعہ ۸) جب اُن کی مقررہ میعاد آجاتی ہے تو وہ گھڑی بھر بھی اُس سے آگے پیچھے نہیں ہوسکتے۔ (سورۃ الاعراف ۳۴) اور نہ کسی متنفس کو یہ پتہ ہے کہ زمین کے کس حصہ میں اُسے موت آئے گی۔ (سورۃ لقمان ۳۴)

مختلف مواقع پر علماء کرام وداعیان اسلام وعظ ونصیحت کرتے ہیں تاکہ ہم دنیاوی زندگی کی حقیقت کو سمجھ کر وقتاً فوقتاً اپنی زندگی کا محاسبہ کرتے رہیں اور زندگی کے گزرے ہوئے ایام میں اعمال کی تلافی زندگی کے باقی ماندہ ایام میں کرسکیں۔ لہٰذا ہم نئے سال کی آمد پر عزم مصمم کریں کہ زندگی کے جتنے ایام باقی بچے ہیں ان شاء اللہ اپنے مولا کو راضی رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ ابھی ہم بقید حیات ہیں اور موت کا فرشتہ ہماری جان نکالنے کے لئے کب آجائے، معلوم نہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچ امور سے قبل پانچ امور سے فائدہ اٹھایا جائے۔ بڑھاپہ آنے سے قبل جوانی سے۔ مرنے سے قبل زندگی سے۔ کام آنے سے قبل خالی وقت سے۔ غربت آنے سے قبل مال سے۔ بیماری سے قبل صحت سے۔ (مستدرک الحاکم ومصنف بن ابی شیبہ) اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن کسی انسان کا قدم اللہ تعالیٰ کے سامنے سے ہٹ نہیں سکتا یہاں تک کہ وہ مذکورہ سوالات کا جواب دیدے: زندگی کہاں گزاری؟ جوانی کہاں لگائی؟ مال کہاں سے کمایا؟ یعنی حصولِ مال کے اسباب حلال تھے یا حرام۔ مال کہاں خرچ کیا؟ یعنی مال سے متعلق اللہ اور

بندوں کے حقوق ادا کیئے یا نہیں۔علم پر کتنا عمل کیا؟ میرے عزیز بھائیو! ہمیں اپنی زندگی کا حساب اپنے خالق و مالک و رازق کو دینا ہے جو ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، جو پوری کائنات کا پیدا کرنے والا اور پوری دنیا کے نظام کو تن تنہا چلا رہا ہے۔

ہمیں گزشتہ ۳۶۵ دن کے چند اچھے دن اور کچھ تکلیف دہ لمحات یاد رہ گئے ہیں باقی ہم نے ۳۶۵ دن اس طرح بھلا دئے کہ کچھ ہوا ہی نہیں۔غرضیکہ ہماری قیمتی زندگی کے ۳۶۵ دن ایسے ہو گئے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔حالانکہ ہمیں سال کے اختتام پر یہ محاسبہ کرنا چاہئے کہ ہمارے نامۂ اعمال میں کتنی نیکیاں اور کتنی برائیاں لکھی گئیں۔کیا ہم نے امسال اپنے نامۂ اعمال میں ایسے نیک اعمال درج کرائے کہ کل قیامت کے دن ان کو دیکھ کر ہم خوش ہوں اور جو ہمارے لئے دنیا وآخرت میں نفع بخش بنیں؟ یا ہماری غفلتوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے ایسے اعمال ہمارے نامہ اعمال میں درج ہو گئے جو ہماری دنیا وآخرت کی ناکامی کا ذریعہ بنیں گے؟ ہمیں اپنا محاسبہ کرنا ہوگا کہ امسال اللہ کی اطاعت میں بڑھوتری ہوئی یا کمی آئی؟ ہماری نمازیں، روزے اور صدقات وغیرہ صحیح طریقہ سے ادا ہوئے یا نہیں؟ ہماری نمازیں خشوع وخضوع کے ساتھ ادا ہوئیں یا پھر وہی طریقہ باقی رہا جو بچپن سے جاری ہے؟ روزوں کی وجہ سے ہمارے اندر اللہ کا خوف پیدا ہوا یا صرف صبح سے شام تک بھوکا رہنا؟ ہم نے یتیموں اور بیواؤں کا خیال رکھا یا نہیں؟ ہمارے معاملات میں تبدیلی آئی یا نہیں؟ ہمارے اخلاق نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کا نمونہ بنے یا نہیں؟ جو علم ہم نے حاصل کیا تھا وہ دوسروں کو پہنچایا یا نہیں؟ ہم نے اپنے بچوں کی ہمیشہ ہمیش کی زندگی میں کامیابی کے لئے کچھ اقدامات بھی کئے یا صرف ان کی دنیاوی تعلیم اور ان کو دنیاوی سہولیات فراہم کرنے کی ہی فکر کرتے رہے؟ ہم نے امسال انسانوں کو ایذائیں پہنچائی یا ان کی راحت رسانی کے انتظام کئے؟ ہم نے یتیموں اور بیواؤں کی مدد بھی کی یا صرف تماشہ دیکھتے رہے؟ ہم نے قرآن کریم کے ہمارے اوپر جو حقوق ہیں وہ ادا بھی کئے یا نہیں؟

ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی یا نافرمانی؟ ہمارے پڑوسی ہماری تکلیفوں سے محفوظ رہے یا نہیں؟ ہم نے والدین، پڑوسی اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کئے یا نہیں؟
جس طرح مختلف ممالک، کمپنیاں اور انجمنیں سال کے اختتام پر اپنے دفتروں میں حساب لگاتے ہیں کہ کتنا نقصان ہوا یا فائدہ؟ اور پھر فائدے یا نقصان کے اسباب پر غور وخوض کرتے ہیں۔ نیز خسارہ کے اسباب سے بچنے اور فائدہ کے اسباب کو زیادہ سے زیادہ اختیار کرنے کی پلاننگ کرتے ہیں۔ اسی طرح میرے دینی بھائیو! آخرت کے تاجروں کو سال کے اختتام پر نیز وقتاً فوقتاً اپنی ذات کا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے کہ کس طرح ہم دونوں جہاں میں کامیابی وکامرانی حاصل کرنے والے بنیں؟ کس طرح ہمارا اور ہماری اولاد کا خاتمہ ایمان پر ہو؟ کس طرح ہماری اخروی زندگی کی پہلی منزل یعنی قبر جنت کا باغیچہ بنے؟ جب ہماری اولاد، ہمارے دوست واحباب اور دیگر متعلقین ہمیں دفن کرکے قبرستان کی اندھیرے میں چھوڑ کر آجائیں گے، تو کس طرح ہم قبر میں منکر نکیر کے سوالات کا جواب دیں گے؟ کس طرح ہم پل صراط سے بجلی کی طرح گزریں گے؟ قیامت کے دن ہمارا نامہ اعمال کس طرح دائیں ہاتھ میں ملے گا؟ کس طرح حوض کوثر سے نبی اکرم ﷺ کے دست مبارک سے کوثر کا پانی پینے ملے کہ جس کے بعد پھر کبھی پیاس ہی نہیں لگے گی؟ جہنم کے عذاب سے بچ کر کس طرح بغیر حساب وکتاب کے ہمیں جنت الفردوس میں مقام ملے گا؟ آخرت کی کامیابی وکامریانی ہی اصل نفع ہے جس کے لئے ہمیں ہر سال، ہر ماہ، ہر ہفتہ بلکہ ہر روز اپنا محاسبہ کرنا چاہئے۔ ہندنژاد مشہور سعودی محدث ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی قاسمی دامت برکاتہم نے بندہ سے متعدد مرتبہ فرمایا کہ میں ہر روز سونے سے قبل اپنا محاسبہ کرتا ہوں اور جس روز کوئی علمی کام نہیں کر پاتا تو میں اپنے آپ کو مردہ سمجھتا ہوں۔ چنانچہ ۸۵ سال کی عمر کے باوجود موصوف ابھی تک علمی کاموں میں لگے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو صحت عطا فرمائے اور ان کی عمر اور وقت میں برکت عطا فرمائے۔

ابھی وقت ہے۔موت کسی بھی وقت اچانک ہمیں دبوچ لے گی، ہمیں توبہ کرکے نیک اعمال کی طرف سبقت کرنی چاہئے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے مومنو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ۔(سورۃ النور ۳۱) اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: کہہ دو کہ اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کررکھی ہے، یعنی گناہ کررکھے ہیں، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ یقین جانو اللہ سارے کے سارے گناہ معاف کردیتا ہے۔یقیناً وہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔ (سورۃ الزمر ۵۳) یقیناً نیکیاں برائیوں کو مٹادیتی ہیں۔(سورۃ الھود ۱۱۴) یہی دنیاوی فانی وقتی زندگی اخروی ابدی زندگی کی تیاری کے لئے پہلا اور آخری موقع ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی پر موت آ کھڑی ہوگی تو وہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار! مجھے واپس بھیج دیجئے تاکہ جس دنیا کو میں چھوڑ آیا ہوں، اس میں جاکر نیک اعمال کروں۔ ہرگز نہیں، یہ تو بس ایک بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے، اب ان سب (مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخ ہے جب تک کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں۔(سورۃ المؤمنون ۹۹ و ۱۰۰) لہذا ضروری ہے کہ ہم افسوس کرنے یا خون کے آنسو بہانے سے قبل اس دنیاوی زندگی میں ہی اپنے مولا کو راضی کرنے کی کوشش کریں تاکہ ہمارے بدن سے ہماری روح اس حال میں جدا ہو کہ ہمارا خالق و مالک و رازق ہم سے راضی ہو۔ آج ہم صرف فانی زندگی کے عارضی مقاصد کو سامنے رکھ کر دنیاوی زندگی گزارتے ہیں اور دنیاوی زندگی کے عیش وآرام اور وقتی عزت کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔

لہٰذا نماز وروزہ کی پابندی کے ساتھ زکوٰۃ کے فرض ہونے پر اس کی ادائیگی کریں۔قرآن کی تلاوت کا اہتمام کریں۔صرف حلال روزی پر اکتفا کریں خواہ بظاہر کم ہی کیوں نہ ہو۔بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کی فکر وکوشش کریں۔احکام الٰہی پر عمل کرنے کے ساتھ جن امور سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے ان سے باز آئیں۔ٹی وی اور انٹرنیٹ کے غلط استعمال سے اپنے آپ کو اور بچوں کو دور رکھیں۔حتی

الامکان نبی اکرم ﷺ کی ہر سنت کو اپنی زندگی میں داخل کرنے کی کوشش کریں اور جن سنتوں پر عمل کرنا مشکل ہو ان کو بھی اچھی اور محبت بھری نگاہ سے دیکھیں اور عمل نہ کرنے پر ندامت اور افسوس کریں۔ اپنے معاملات کو صاف ستھرا بنائیں۔ اپنے اخلاق کو ایسا بنائیں کہ غیر مسلم حضرات ہمارے اخلاق سے متاثر ہوکر دائرہ اسلام میں داخل ہوں۔عصر حاضر کے داعی اسلام جناب ڈاکٹر عمر گوتم صاحب بار بار کہتے ہیں کہ ان دنوں جو حضرات مسلمان ہورہے ہیں ان میں سے بیشتر حضرات ہمارے اخلاق سے متاثر ہوکر ایمان لاتے ہیں۔تقریباً ۳۰ سال قبل ڈاکٹر عمر گوتم صاحب بھی ایک مسلمان کے اخلاق سے متاثر ہوکر ہی ایمان لائے تھے اور آج الحمدللہ ان کی محنت و کاوش اوران کے اخلاق سے سینکڑوں حضرات ایمان لاکر مختلف مقامات پر دین اسلام کی خدمت کررہے ہیں۔

نئے سال کی مناسبت سے دنیا میں مختلف مقامات پر **Happy New Year** کے نام سے متعدد پروگرام کئے جاتے ہیں اوران میں بے تحاشہ رقم خرچ کی جاتی ہے، حالانکہ اس رقم سے لوگوں کی فلاح و بہبود کے بڑے بڑے کام کئے جاسکتے ہیں، انسانی حقوق کی ٹھیکیدار بننے والی دنیا کی مختلف تنظیمیں بھی اس موقع پر چشم پوشی سے کام لیتی ہیں۔مگر ظاہر ہے کہ ان پروگراموں کو منعقد کرنے والے نہ ہماری بات مان سکتے ہیں اور نہ ہی وہ اس وقت ہمارے مخاطب ہیں۔لیکن ہم مسلمانوں کو اس موقع پر کیا کرنا چاہئے؟ یہ اس مضمون کو لکھنے کا بنیادی مقصد ہے۔پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ شریعت اسلامیہ میں کوئی مخصوص عمل اس موقع پر مطلوب نہیں ہے اور قیامت تک آنے والے انس وجن کے نبی حضور اکرم ﷺ ،صحابہ کرام،تابعین، تبع تابعین،مفسرین،محدثین اور فقہاء سے **Happy New Year** کہہ کر ایک دوسرے کو مبارک باد پیش کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔اس طرح کے مواقع کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہماری رہنمائی فرمائی ہے: (رحمٰن

کے بندے وہ ہیں) جو ناحق کاموں میں شامل نہیں ہوتے ہیں، یعنی جہاں ناحق اور ناجائز کام ہورہے ہوں، اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اُن میں شامل نہیں ہوتے ہیں۔ اور جب کسی لغو چیز کے پاس سے گزرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ یعنی لغو و بےہودہ کام میں شریک نہیں ہوتے ہیں، بلکہ برے کام کو برا سمجھتے ہوئے وقار کے ساتھ وہاں سے گزر جاتے ہیں۔ (سورۃ الفرقان ۷۲)

عصر حاضر کے علماء کرام کا بھی یہی موقف ہے کہ یہ عمل صرف اور صرف غیروں کا طریقہ ہے، لہٰذا ہمیں ان تقریبات میں شرکت سے حتی الامکان بچنا چاہئے۔ اور اگر کوئی شخص Happy New Year کہہ کر ہمیں مبارک باد پیش کرے تو مختلف دعائیہ کلمات اس کے جواب میں پیش کردیں، مثلاً اللہ تعالیٰ پوری دنیا میں امن وسکون قائم فرمائے، اللہ تعالیٰ کمزوروں اور مظلوموں کی مدد فرمائے۔ اللہ تعالیٰ برما، شام، عراق اور فلسطین میں مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی زندگیوں میں خوشیاں لائے۔ اللہ تعالیٰ ۲۰۱۶ کو اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کا سال بنادے۔ نیز سال گزرنے پر زندگی کے محاسبہ کا پیغام بھی دیا جاسکتا ہے۔ ہم اس موقع پر آئندہ اچھے کام کرنے کے عہد کرنے کا پیغام بھی ارسال کرسکتے ہیں۔ غرضیکہ ہم خود Happy New Year کہہ کر پہل نہ کریں بلکہ اس موقع پر حاصل شدہ پیغام پر خود داعی بن کر مختلف انداز سے مثبت جواب پیش فرمائیں۔ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں بھی مختلف کیلنڈر رائج تھے، اور ظاہر ہے کہ ہر کیلنڈر کے اعتبار سے سال کی ابتداء بھی ہوتی تھی۔ ہجری کیلنڈر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں شروع کیا گیا ہے، اور چاند کے نظام سے چلنے والے ہجری کیلنڈر کے سال کی ابتداء محرم الحرام سے شروع کی گئی۔ سورج کے نظام سے عیسوی کیلنڈر میں ۳۶۵ یا ۳۶۶ دن ہوتے ہیں، جبکہ ہجری کیلنڈر میں ۳۵۴ دن ہوتے ہیں۔ ہر کیلنڈر میں ۱۲ ہی مہینے ہوتے ہیں۔ ہجری کیلنڈر میں مہینہ ۲۹ یا

۳۰ دن کا ہوتا ہے جبکہ عیسوی کیلنڈر میں سات مہینہ ۳۱ دن کے، چار ماہ ۳۰ دن اور ایک ماہ ۲۸ یا ۲۹ دن کا ہوتا ہے۔ سورج اور چاند دونوں کا نظام اللہ ہی نے بنایا ہے۔

شریعت اسلامیہ میں متعدد عبادتیں ہجری کیلنڈر سے مربوط ہیں۔ دونوں کیلنڈر میں ۱۰ یا ۱۱ روز کا فرق ہونے کی وجہ سے بعض مخصوص عبادتوں کا وقت ایک موسم سے دوسرے موسم میں تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ یہ موسموں کی تبدیلی بھی اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔ ہمیں اس پر غور کرنا چاہیئے کہ موسم کیسے تبدیل ہوجاتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس پر غور وخوض کرنے کی دعوت دینی چاہیئے۔ ظاہر ہے کہ یہ صرف اور صرف اللہ کا حکم ہے جس نے متعدد موسم بنائے اور ہر موسم میں موسم کے اعتبار سے متعدد چیزیں بنائیں، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے باری باری آنے جانے میں اُن عقل والوں کے بڑی نشانیاں ہیں۔ جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے ہوئے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے ہیں، اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر غور کرتے ہیں، (اور انہیں دیکھ کر بول اٹھتے ہیں کہ) اے ہمار پروردگار! آپ نے یہ سب کچھ بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ آپ (ایسے فضول کام سے) پاک ہیں۔ پس دوزخ کے عذاب سے بچا لیجئے۔ (سورۃ آل عمران ۱۹۰ و ۱۹۱)

نئے سال کے موقع پر عموماً دنیا میں سردی کی لہر ہوتی ہے، سردی کے موسم میں دو خاص عبادتیں کر کے ہم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتے ہیں۔ ایک عبادت وہ ہے جس کا تعلق صرف اور صرف اللہ کی ذات سے ہے اور وہ رات کے آخری حصہ میں نماز تہجد کی ادائیگی ہے۔ جیسا کہ سردی کے موسم کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ سردی کا موسم مؤمن کے لئے موسم ربیع ہے، رات لمبی ہوتی ہے اس لئے وہ تہجد کی نماز پڑھتا ہے۔ دن چھوٹا ہونے کی وجہ سے روزہ رکھتا ہے۔ یقیناً سردی میں رات لمبی ہونے کی وجہ سے تہجد کی چند رکعات نماز پڑھنا ہمارے لئے آسان ہے۔ قرآن کریم میں فرض نماز کے بعد جس نماز کا ذکر تاکید کے ساتھ بار بار کیا گیا ہے وہ تہجد کی نماز ہی ہے جو تمام نوافل میں سب

سے افضل نماز ہے۔ ارشاد باری ہے: وہ لوگ راتوں کو اپنے بستروں سے اٹھ کر اپنے رب کو عذاب کے ڈر اور ثواب کی امید سے پکارتے رہتے ہیں (یعنی نماز، ذکر اور دُعا میں لگے رہتے ہیں) (سورۃ السجدہ ۱۶) یہ ان کی صفت اور عمل ہے لیکن جزا اور بدلہ عمل سے بہت زیادہ بڑا ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا جو سامان خزانہ غیب میں موجود ہے اس کی کسی شخص کو بھی خبر نہیں۔ یہ اِن کو اُن اعمال کا بدلہ ملے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔ (سورۃ السجدہ ۱۷)۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (رحمٰن کے سچے بندے وہ ہیں) جو اپنے رب کے سامنے سجدے اور قیام کرتے ہوئے راتیں گزار دیتے ہیں۔ (سورۃ الفرقان ۶۴) اس کے بعد سورہ کے اختتام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہی لوگ ہیں جنھیں ان کے صبر کے بدلے جنت میں بالا خانے دئے جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز رات کی ہے یعنی تہجد (جو رات کے آخری حصہ میں ادا کی جاتی ہے)۔ (مسلم) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ، لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور راتوں میں ایسے وقت نمازیں پڑھو جبکہ لوگ سو رہے ہوں، سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ (ترمذی، ابن ماجہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ رات کو قیام فرماتے یہاں تک کہ آپ کے پاؤں مبارک میں ورم آجاتا۔ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کردئے گئے ہیں (اگر ہوتے بھی)، پھر آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں اپنے پروردگار کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ (بخاری)

سردی کے موسم میں دوسرا اہم کام جو ہمیں کرنا چاہیئے وہ اللہ کے بندوں کی خدمت ہے اور اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہم غرباء ومساکین ویتیم وبیواؤں وضرورت مندوں کو سردی سے بچنے کے لئے لحاف، کمبل اور گرم کپڑے تقسیم کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے

والا دونوں جنت میں اس طرح ہوں گے جیسے دو انگلیاں آپس میں ملی ہوئی ہوتی ہیں۔(بخاری)
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسکین اور بیوہ عورت کی مدد کرنے والا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔(بخاری، مسلم) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کو ضرورت کے وقت کپڑا پہنائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے سبز لباس پہنائے گا۔ جو شخص کسی مسلمان کو بھوک کی حالت میں کچھ کھلائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھل کھلائے گا۔ جو شخص کسی مسلمان کو پیاس کی حالت میں پانی پلائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی ایسی شراب پلائے گا، جس پر مہر لگی ہوئی ہوگی۔(ابوداود، ترمذی) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں اپنے کمزوروں کے طفیل سے رزق دیا جاتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے۔(بخاری) غرضیکہ اس طرح ہم اپنے مال ودولت کی ایک خاص مقدار محتاج، غریب، مساکین اور یتیم و بیواؤں پر خرچ کر سکتے ہیں جو یقیناً ایک بڑا عمل ہے۔

خلاصۂ کلام: موت یقینی شی ہے لیکن اس کا وقت اللہ کے علاوہ کسی بشر کو معلوم نہیں ہے، ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ سال کے اختتام پر ہماری عمر کتنی ہوگئی، لیکن زندگی کے کتنے سال، مہینے، دن یا لمحات باقی رہ گئے، وہ کسی کو معلوم نہیں۔ موت کے فرشتہ کے آنے پر ہمارے گھر والے، خاندان والے بلکہ پوری کائنات مل کر بھی ہمیں نہیں بچا سکتی۔ لہٰذا عقلمندی اور نیک بختی اسی میں ہے کہ ہم اس فانی دنیاوی زندگی کو اخروی وابدی زندگی کو سامنے رکھ کر گزاریں جیسا کہ محسن انسانیت حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا میں اس طرح رہو جیسے مسافر ہو یا راستہ چلنے والا ہو۔(بخاری)
Happy New Year کی مناسبت پر بے تحاشہ رقم کے خرچ سے ہونے والی تقریبات میں شرکت سے بچ کر اپنے مولا کو راضی کرنے کی کوشش کریں۔ سردی کے موسم میں دیگر اعمال صالحہ کے ساتھ ان دو اعمال کا خاص اہتمام کریں۔ ایک حسب توفیق نماز تہجد کی ادائیگی اور دوسرے ضرورت

مندوں کی مدد کرنا تا کہ غرباء ومساکین ویتیم و بیوائیں وضرورت مند حضرات رات کے ان لمحات میں چین وسکون کی نیند سوسکیں جب پوری دنیا خرافات میں اربوں وکھربوں روپئے بلاوجہ خرچ کررہی ہو۔ نیز پوری انسانیت کو یہ پیغام دیا جائے کہ غرباء ومساکین ویتیم و بیوائیں وضرورت مند کا جتنا خیال اسلام میں رکھا گیا ہے اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی، بلکہ صحیح بات تو یہ ہے کہ اس وقت دنیا میں مذہب صرف اورصرف اسلام ہی ہے، باقی تمام مذاہب میں صرف روایت باقی رہ گئی ہے۔ دیگر مذاہب کے لوگ اپنے مذہب پرعمل تو درکنار اپنے مذہب کی کتابوں کو بھی نہیں پڑھتے۔ ۱۴۰۰ سال گزرنے کے باوجود مسلمانوں کا آج بھی قرآن وحدیث سے جیسا تعلق اور شغف ہے اس کی کوئی مثال دنیا میں موجود نہیں ہے۔ اسلامی تعلیمات پرعمل کرکے ہی دنیا میں غربت کوختم کیا جاسکتا ہے جو ہمیشہ فضول خرچی کی مذمت اور انسانوں کی مدد کی ترغیب دیتا ہے۔ یادرکھیں کہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرکے ہی دنیا سے سرمایہ داروں کی اجارہ داری ختم کی جاسکتی ہے۔

رھن (گروی رکھنے)
اور بینک سے قرض لینے کے ضروری مسائل

رہن (گروی) کے مسائل سمجھنے سے قبل پہلے تین اصطلاحات سمجھ لیں: ۱) جو شخص کوئی سامان گروی رکھ کر کوئی چیز خریدتا ہے یا قرض لیتا ہے اس کو راہن کہتے ہیں۔۲) جس شخص کے پاس کوئی سامان گروی رکھا جائے اسے مرتہن کہتے ہیں۔۳) جو سامان گروی رکھا جائے اسے مرہون کہتے ہیں۔مثلاً ایک شخص نے ایک ہزار روپئے کے چاول خریدے اور ایک ماہ میں پیسوں کی ادائیگی تک گروی میں ایک گھڑی رکھ دی تو گھڑی گروی رکھ کر چاول خریدنے والا راہن ہوا، گھڑی اپنے پاس گروی رکھ کر چاول بیچنے والا مرتہن ہوا اور گھڑی مرہون ہوئی۔اسی طرح زید نے عمر سے ایک لاکھ روپئے قرض لئے اور قرض کی ادائیگی کی ضمانت کے لئے اپنا سونا گروی رکھا تو قرض کی ادائیگی کے لئے گروی رکھا ہونا سونا مرہون ہوا، زید راہن جبکہ عمر مرتہن ہے۔

رہن کے لغوی معنی مطلق روکنے کے ہیں، شرعی اصطلاع میں اپنے کسی حق مثلاً قرض وغیرہ کے عوض میں قرضدار کی ایسی چیز روک لینے کو رہن کہتے ہیں کہ جس کے ذریعہ وہ اپنا قرض وصول کر سکے۔ راہن ومرتہن میں زبان سے معاملہ طے ہونے کے بعد گروی میں رکھی جانے والی چیز مرتہن کے قبضہ میں آجانے سے رہن لازم ہوجاتا ہے، یعنی جب تک مرتہن نے مرہون (گروی میں رکھا ہوا سامان) کو اپنے قبضہ میں نہ لیا ہو راہن کو رہن سے پھر جانا اور اس معاملہ کو ختم کرنا جائز ہے۔لیکن قبضہ کے بعد یعنی راہن نے چاول یا پیسے حاصل کر لئے اور مرتہن نے گروی میں رکھا ہوا سامان مثلاً گھڑی پر قبضہ کرلیا تو اب راہن کو معاملہ ختم کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔یعنی اب اس کو چاول کی قیمت یا قرض میں لی ہوئی رقم کی واپسی پر ہی گروی میں رکھا ہوا سامان واپس ملے گا۔

رہن یعنی گروی رکھ کر کوئی معاملہ طے کرنا قرآن وحدیث واجماع امت تینوں سے ثابت ہے۔اللہ

تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: فَرِھَانٌ مَّقْبُوْضَۃٌ اگر تم سفر میں ہو اور تمہیں کوئی لکھنے والا نہ ملے تو (ادائیگی کی ضمانت کے طور پر) رہن قبضے میں رکھ لئے جائیں۔ حضور اکرم ﷺ کے عمل سے بھی رہن ثابت ہے، حضور اکرم ﷺ نے جو (Barley) خریدنے کے لئے اپنی زرہ مدینہ منورہ میں ایک یہودی کے پاس گروی رکھی تھی۔ (بخاری ومسلم) حضرات صحابہ کرام بھی حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں رہن کے معاملات کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے اُن کو منع نہیں فرمایا۔ غرضیکہ پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ چند شرائط کے ساتھ حضر وسفر دونوں میں رہن (گروی) رکھ کر کوئی معاملہ طے کیا جا سکتا ہے۔

رہن بھی قرض کی ایک شکل ہے۔ اور قرض لیتے اور دیتے وقت ہمیں ان احکام کی پابندی کرنی چاہئے جو اللہ تعالیٰ نے سورۂ البقرہ کی آیت ۲۸۲ میں بیان کئے ہیں۔ اس آیت میں قرض کے احکام ذکر کئے گئے ہیں، ان احکام کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ بعد میں کسی طرح کا کوئی اختلاف پیدا نہ ہو۔ ان احکام میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ قرض کی ادائیگی کی تاریخ متعین کر لی جائے۔

سب سے قبل ایک تمہیدی بات ذہن نشین کر لیں کہ اگر کوئی شخص کسی خاص ضرورت کی وجہ سے قرض مانگتا ہے تو قرض دے کر اس کی مدد کرنا باعث اجر وثواب ہے جیسا کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں علماء کرام نے تحریر فرمایا ہے کہ ضرورت کے وقت قرض مانگنا جائز ہے اور اگر کوئی شخص قرض کا طالب ہو تو اس کو قرض دینا مستحب ہے کیونکہ شریعت اسلامیہ نے قرض دے کر کسی کی مدد کرنے میں دنیا وآخرت کے بہترین بدلہ کی ترغیب دی ہے، لیکن قرض دینے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دنیاوی فائدہ کے لئے کوئی شرط نہ لگائے، مثلاً ایک لاکھ کے بدلے ایک لاکھ بیس ہزار روپئے کی ادائیگی کی شرط لگانا جائز نہیں، البتہ وہ اپنی رقم کی ادائیگی کی ضمانت کے لئے کسی چیز کے گروی رکھنے کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

قرض لینے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر ممکن کوشش کر کے وقت پر قرض کی ادائیگی کرے۔ اگر متعین وقت پر قرض کی ادائیگی ممکن نہیں ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے قرض دینے والے سے قرض کی ادائیگی کی تاریخ سے مناسب وقت قبل مزید مہلت مانگے۔ مہلت دینے پر قرض دینے والے کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ لیکن جو حضرات قرض کی ادائیگی پر قدرت رکھنے کے باوجود قرض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں، ان کے لئے نبی اکرم ﷺ کے ارشادات میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، حتی کہ آپ ﷺ ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھانے سے منع فرمادیتے تھے جس پر قرض ہو یہاں تک کہ اس کے قرض کو ادا کر دیا جائے۔

اسلامی تعلیمات میں ایک اچھے معاشرہ کو وجود میں لانے کی بار بار ترغیب دی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ اچھا معاشرہ ایک دوسرے کے کام آنے سے ہی وجود میں آسکتا ہے۔ چنانچہ شریعت اسلامیہ نے ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی مدد کرنے کی ترغیب دی ہے، جیسا کہ ارشاد نبوی ہے: جس شخص نے کسی مسلمان کی کوئی بھی دنیاوی پریشانی دور کی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پریشانیوں کو دور فرمائے گا۔ جس نے کسی پریشان حال آدمی کے لئے آسانی کا سامان فراہم کیا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے دنیا و آخرت میں سہولت کا فیصلہ فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندہ کی مدد کرتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہے۔ (مسلم) اسی طرح ہمارے نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو دو مرتبہ قرضہ دیتا ہے تو ایک بار صدقہ ہوتا ہے۔ (نسائی، ابن ماجہ) قرض لینے والا اپنی خوشی سے قرض کی واپسی کے وقت اصل رقم سے کچھ زائد رقم دینا چاہے تو یہ جائز ہی نہیں بلکہ ایسا کرنا نبی اکرم ﷺ کے عمل سے ثابت ہے، لیکن پہلے سے زائد رقم کی واپسی کا کوئی معاملہ طے نہیں ہونا چاہئے۔

رھن سے متعلق چند اھم مسائل: جب راہن قرض میں لی گئی رقم یا گروی

رکھ کر خریدے ہوئے سامان کی قیمت واپس کردے گا تو مرتہن گروی میں رکھی ہوئی چیز کو واپس کردے گا۔لیکن جب تک راہن قرض میں لی گئی رقم یا گروی رکھ کر خریدے ہوئے سامان کی قیمت ادانہیں کرے گا مرتہن کو گروی میں رکھی ہوئی چیز کو واپس نہ کرنے کا حق حاصل رہے گا۔کوئی سامان گروی رکھ کر قرض میں لی گئی رقم یا خریدے ہوئے سامان کی قیمت وقت پر ادا نہ کرنے پر مرتہن کو حق حاصل ہوگا کہ وہ گروی میں رکھی ہوئی چیز کو فروخت کر کے اپنا حق حاصل کرلے۔مثلاً گھڑی گروی رکھ کر ایک ہزار روپئے کے چاول فروخت کرنے کی صورت میں، پہلے سے طے شدہ ادائیگی کے وقت پر قیمت ادا نہ کرنے پر مرتہن کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ گھڑی فروخت کر کے اپنا حق یعنی ایک ہزار روپئے حاصل کرلے، باقی رقم راہن کو واپس کردے۔ہاں اگر گھڑی ایک ہزار روپئے سے کم میں فروخت ہوئی تو اسے اپنی رقم کا باقی حصہ راہن سے لینے کا حق حاصل رہے گا۔

اگر راہن (جو گروی میں رکھے ہوئے سامان کا اصل مالک ہے) رہن میں رکھی ہوئی چیز (جو مرتہن کے پاس ہے) فروخت کردے تو اس کا فروخت کرنا مرتہن کی اجازت یا اس کا قرضہ ادا کرنے پر موقوف رہے گا۔اگر اس کے بعد مرتہن نے اجازت دے دی یا راہن نے اس کا روپیہ دے دیا تو بیع ہوجائے گی ورنہ نہیں۔

رہن میں رکھی ہوئی چیز کے اخراجات راہن کے ذمہ ہوں گے۔مثلاً راہن نے اپنی بھینس گروی رکھ کر دس ہزار روپئے قرض لئے تو بھینس کے چارہ وغیرہ کا خرچہ راہن (یعنی جو اصل میں بھینس کا مالک ہے) کے ذمہ رہے گا۔اسی طرح گروی میں رکھی ہوئی چیز میں جو اضافہ اور بڑھوتری ہوتی ہے مثلاً گروی رکھی ہوئی بھینس نے بچہ دیا تو بچہ راہن (یعنی جو اصل میں بھینس کا مالک ہے) کی ملکیت ہوگا۔

رہن میں رکھی ہوئی چیز کا موجود ہونا ضروری ہے، یعنی اگر کوئی شخص آئندہ موسم پر آنے والے پھلوں کو

درخت اور زمین کے بغیر گروی میں رکھ کر رہن کا کوئی معاملہ طے کرنا چاہیئے تو یہ جائز نہیں ہے۔

اگر مرتہن کے قصد کے بغیر مرہون (یعنی گروی رکھی ہوئی چیز) ضائع ہو جائے تو اب اس کی تین صورتیں ہیں:۱) گروی رکھی ہوئی چیز اور قرض کی مالیت برابر ہے۔۲) گروی رکھی ہوئی چیز کی قیمت قرض کی مالیت سے زائد ہے۔۳) گروی رکھی ہوئی چیز کی قیمت قرض کی مالیت سے کم ہے۔ اگر دونوں برابر ہیں تو یہ سمجھا جائے گا کہ مرتہن نے اپنا قرضہ حکماً وصول کرلیا اور اگر گروی میں رکھی ہوئی چیز کی قیمت زائد ہے تو یہ زائد چیز امانت کے حکم میں ہے، لہٰذا جو زائد ہے اس کے ضائع ہونے پر کوئی تاوان مرتہن پر لازم نہیں آئے گا۔ اور اگر گروی میں رکھی ہوئی چیز کی قیمت قرض کی مالیت سے کم ہے تو اس صورت میں گروی میں رکھی ہوئی چیز کی قیمت کی مقدار کے برابر قرض ختم ہو جائے گا اور باقی ماندہ قرض مرتہن راہن سے وصول کرے گا۔

بینک سے قرض عین سود ھے: تمام مکاتب فکر کے 99.99% علماء اس بات پر متفق ہیں کہ عصر حاضر میں بینک سے قرض لینے کا رائج طریقہ وہی سود ہے جس کو قرآن کریم میں سورۂ البقرہ کی آیات میں منع کیا گیا ہے، جس کے ترک نہ کرنے والوں کے لئے اللہ اور اس کے رسول کا اعلان جنگ ہے اور توبہ نہ کرنے والوں کے لئے قیامت کے دن رسوائی وذلت ہے اور جہنم ان کا ٹھکانا ہے۔ عصر حاضر کی پوری دنیا کے علماء پر مشتمل اہم تنظیم مجمع الفقہ الاسلامی کی اس موضوع پر متعدد میٹنگیں ہو چکی ہیں مگر ہر میٹنگ میں اس کے حرام ہونے کا ہی فیصلہ ہوا ہے۔ برصغیر کے جمہور علماء بھی اس کے حرام ہونے پر متفق ہیں۔ فقہ اکیڈمی (نیو دہلی) کی متعدد کانفرنسوں میں اس کے حرام ہونے کا ہی فیصلہ ہوا ہے۔ مصری علماء جو عموماً آزاد خیال سمجھے جاتے ہیں وہ بھی بینک سے موجودہ رائج نظام کے تحت قرض لینے کے عدم جواز پر متفق ہیں۔ پوری دنیا میں کسی بھی مکتب فکر کے دارالافتاء نے بینک سے قرض لینے کے رائج طریقہ کے جواز کا فیصلہ نہیں کیا ہے۔ خلیجی ممالک کے بعض بینکوں

نے قرض دینے کی بعض جائز شکلیں نکالی ہیں، مگر ہر شکل میں شک وشبہات موجود ہیں، اسی وجہ سے یہاں کے علماء کے درمیان اس کے جواز میں اختلاف ہے، لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ ہم خلیجی ممالک میں بھی بینک سے قرض لینے سے بچیں۔

بعض مادہ پرست لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں وارد سود کی حرمت کا تعلق ذاتی ضرورت کے لئے قرض لینے سے ہے، لیکن تجارت کی غرض سے سود پر قرض لیا جاسکتا ہے، اسی طرح بعض مادہ پرست لوگ کہتے ہیں کہ قرآن میں جو سود کی حرمت ہے اس سے مراد سود پر سود ہے لیکن Single سود قرآن کے اس حکم میں داخل نہیں ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن کریم میں کسی شرط کو ذکر کئے بغیر سود کی حرمت کا اعلان کیا گیا ہے تو قرآن کریم کے اس عموم کو مختص کرنے کے لئے قرآن وحدیث کی واضح دلیل درکار ہے جو قیامت تک پیش نہیں کی جاسکتی۔ اسی لئے خیر القرون سے آج تک کسی بھی مشہور مفسر نے سود کی حرمت والی آیت کی تفسیر اس طرح نہیں کی، نیز قرآن میں سود کی حرمت کے اعلان کے وقت ذاتی اور تجارتی دونوں غرض سے سود لیا جاتا تھا، اسی طرح ایک مرتبہ کا سود یا سود پر سود دونوں رائج تھے۔ ۱۴۰۰ سال سے مفسرین ومحدثین وعلماء کرام نے دلائل کے ساتھ اسی بات کو تحریر فرمایا ہے۔ یہ معاملہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ قرآن کریم میں شراب پینے کی حرمت اس لئے ہے کہ اُس زمانہ میں شراب گندی جگہوں پر بنائی جاتی تھی، آج صفائی ستھرائی کے ساتھ شراب بنائی جاتی ہے، حسین بوتلوں میں اور خوبصورت ہوٹلوں میں ملتی ہے، لہذا یہ حرام نہیں ہے۔

ان دنوں حصول مال کے لئے ایسی دوڑ شروع ہوگئی ہے کہ اکثر لوگ اس کا بھی اہتمام نہیں کرتے کہ مال حلال وسائل سے آرہا ہے یا حرام وسائل سے، بلکہ کچھ لوگوں نے تو اب حرام وسائل کو مختلف نام دے کر اپنے لئے جائز سمجھنا اور دوسروں کو اس کی ترغیب دینا شروع کردیا ہے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حلال واضح ہے، حرام واضح ہے۔ اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں

جن کو بہت سارے لوگ نہیں جانتے۔ جس شخص نے شبہ والی چیزوں سے اپنے آپ کو بچالیا اُس نے اپنے دین اور عزت کی حفاظت کی۔ اور جو شخص مشتبہ چیزوں میں پڑے گا وہ حرام چیزوں میں پڑ جائے گا اس چرواہے کی طرح جو دوسرے کی چراگاہ کے قریب بکریاں چراتا ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ چرواہے کی تھوڑی سی غفلت کی وجہ سے وہ بکریاں دوسرے کی چراگاہ سے کچھ کھالیں۔ (بخاری ومسلم) لہٰذا ہمیں چاہئے کہ بینک سے قرضہ لینے سے بالکل بچیں، دنیاوی ضرورتوں کو بینک سے قرضہ لئے بغیر پورا کریں، کچھ دشواریاں، پریشانیاں آئیں تو ان پر صبر کریں، کیونکہ ہر مسلمان کو چاہئے کہ صرف حلال وسائل پر ہی اکتفاء کرے، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حرام مال سے جسم کی بڑھوتری نہ کرو کیونکہ اس سے بہتر آگ ہے۔ (ترمذی) اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ انسان جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو، ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ (مسند احمد)

نوٹ: اس بات کو اچھی طرح ذہن میں رکھیں کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں علماء کرام نے بینک سے قرض لینے اور بینک میں جمع شدہ رقم پر سود کے حرام ہونے کا فیصلہ آپ سے دشمنی نکالنے کے لئے نہیں بلکہ آپ کے حق میں کیا ہے کیونکہ قرآن وحدیث میں سود کو بہت بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے، شراب نوشی، خنزیر کھانے اور زنا کاری کے لئے قرآن کریم میں وہ لفظ استعمال نہیں کئے گئے جو سود کے لئے اللہ تعالیٰ نے استعمال کئے ہیں۔

مصنف کا تعارف

مولانا ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی کا تعلق سنبھل (یوپی) کے علمی گھرانے سے ہے، ان کے دادا مشہور ومعروف محدث، مقرر اور مجاہد آزادی مولانا محمد اسماعیل سنبھلیؒ تھے، جنہوں نے مختلف اداروں میں تقریباً 17 سال بخاری شریف کا درس دیا، جبکہ ان کے نانا مفتی مشرف حسین سنبھلیؒ تھے جنہوں نے مختلف اداروں میں افتاء کی ذمہ داری نبھانے کے ساتھ ساتھ بخاری واحادیث کی دیگر کتابیں بھی پڑھائیں۔

ڈاکٹر نجیب قاسمی نے ابتدائی تعلیم سنبھل میں ہی حاصل کی چنانچہ مڈل اسکول پاس کرنے کے بعد عربی تعلیم کا آغاز کیا۔ دریں اثناء 1986 میں یوپی بورڈ سے ہائی اسکول بھی پاس کیا۔ 1989 میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ دارالعلوم دیوبند کے قیام کے دوران یوپی بورڈ سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔ 1994 میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد جامعہ ملیہ اسلامیہ (نیو دہلی) سے BA (Arabic) کے امتحان میں امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل کی۔ نیز دہلی کے قیام کے دوران جامعہ ملیہ اسلامیہ سے ترجمہ کے دو کورس کئے، بعدہ دہلی یونیورسٹی سے MA(Arabic) کیا۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ (نیو دہلی) کے شعبہ عربی کی جانب سے مولانا ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی کو "الجوانب الادبية والبلاغية والجمالية في الحديث النبوي" یعنی حدیث کے ادبی وبلاغی وجمالی پہلو پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری دسمبر 2014 میں تفویض کی گئی۔ ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی نے پروفیسر ڈاکٹر شفیق احمد خان ندوی سابق صدر شعبہ عربی اور پروفیسر رفیع العماد فینان کی سرپرستی میں عربی زبان میں 480 صفحات پر مشتمل اپنا تحقیقی مقالہ پیش کیا۔

1999 سے ریاض میں برسرروزگار ہیں۔ سعودی عرب میں حصول روزگار کے ساتھ ساتھ اردو، انگریزی اور ہندی زبان میں متعدد کتابیں تحریر کیں جن کے مختلف ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ متعدد سالوں سے ریاض شہر میں حج تربیتی کیمپ بھی منعقد کر رہے ہیں۔ وقتاً فوقتاً مختلف موضوعات پر موصوف کے مضامین اردو اخبارات اور متعدد میگزین میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

مولانا ڈاکٹر نجیب قاسمی کی ویب سائٹ (www.najeebqasmi.com) کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی ہے، جس کی موبائل ایپ (Deen-e-Islam) تین زبانوں (اردو، انگریزی اور ہندی) میں ۲۰۱۵

میں لانچ ہوئی، جس میں مختلف اسلامی موضوعات پر مضامین کے ساتھ، کتابیں اور بیانات موجود ہیں۔ مضامین ایپ کا حصہ ہیں، جبکہ کتابیں اور بیانات اختیاری ہیں، آپ انٹرنیٹ کے ذریعہ ڈاؤن لوڈ کرکے ان سے استفادہ کرسکتے ہیں۔

زندگی کے مختلف پہلوؤں (ایمانیات، عبادات، معاملات، اخلاق اور معاشرت) پر مشتمل اردو، انگریزی اور ہندی میں دنیا کی پہلی اسلامی موبائل ایپ (Deen-e-Islam) Android اور iPhone پر مفت ڈاؤن لوڈ کرنے کے لئے مہیا ہے۔ صرف دومنٹ میں اس ایپ کے انسٹال کرنے کے بعد 200 مضامین، 45 کتابیں اور 100 بیانات آپ کے ہاتھ میں ہوں گے، جن سے سفر وحضر میں ہر جگہ استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ اس ایپ کو ایک مرتبہ انسٹال کرنے کے بعد 21 دینی واصلاحی موضوعات پر مشتمل 200 مضامین سے انٹرنیٹ کے بغیر استفادہ کیا جاسکتا ہے، البتہ بیانات سننے کے لئے انٹرنیٹ درکار ہوگا۔

حج وعمرہ سے متعلق خصوصی ایپ (Hajj-e-Mabroor) بھی تین زبانوں (اردو، انگریزی اور ہندی) میں لانچ کی گئی جس میں حج وعمرہ سے متعلق متعدد کتابیں، 9 بیانات، حج وعمرہ کی ادائیگی کا طریقہ، Presentation، ایک گھنٹے پر مشتمل وقفہ سوال وجواب اور 23 مضامین ہیں، جن سے سفر کے دوران، حتی کہ مکہ مکرمہ، منی، مزدلفہ اور عرفات میں بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ حج وعمرہ سے متعلق یہ تمام مضامین، بیانات اور کتابیں موجودہ زمانہ میں لاکھوں حجاج کی تعداد اور مسجد حرام ومشاعر مقدسہ (منی، مزدلفہ اور عرفات) میں تعمیراتی تبدیلیوں کو سامنے رکھ کر حال ہی میں تحریر کی گئی ہیں۔ غرضیکہ اس ایپ کے ذریعہ عازمین حج عصر حاضر میں حج وعمرہ کی ادائیگی کے لئے صحیح رہنمائی حاصل کرسکتے ہیں۔ ہندوپاک کے مشاہیر علماء اور مستند دینی اداروں نے دونوں ایپس کی تایید میں خطوط تحریر فرماکر عوام وخواص سے ان دونوں ایپس سے فائدہ اٹھانے کی اپیل کی ہے۔

(پیش کردہ: محمد سلیم بن مولانا محمد شمیم قاسمی)

AUTHOR'S BOOKS

IN URDU LANGUAGE:

حج مبرور، مختصر حج مبرور، حی علی الصلاۃ، عمرہ کا طریقہ، تحفۂ رمضان، معلومات قرآن، اصلاحی مضامین جلد ۱،
اصلاحی مضامین جلد ۲، قرآن وحدیث: شریعت کے دو اہم ماخذ، سیرت النبی ﷺ کے چند پہلو،
زکوۃ وصدقات کے مسائل، فیملی مسائل، حقوق انسان اور معاملات، تاریخ کی چند اہم شخصیات، علم وذکر

IN ENGLISH LANGUAGE:

Quran & Hadith - Main Sources of Islamic Ideology
Diverse Aspects of Seerat-un-Nabi
Come to Prayer, Come to Success
Ramadan - A Gift from the Creator
Guidance Regarding Zakat & Sadaqaat
A Concise Hajj Guide
Hajj & Umrah Guide
How to perform Umrah?
Family Affairs in the Light of Quran & Hadith
Rights of People & their Dealings
Important Persons & Places in the History
An Anthology of Reformative Essays
Knowledge and Remembrance

IN HINDI LANGUAGE:

क़ुरान और हदीस - इस्लामी आइडियोलॉजी के मैन सोर्स
सीरतुन नबी के मुख़्तलफि पहलू
नमाज़ के लिए आओ, सफलता के लिए आओ
रमज़ान - अल्लाह का एक उपहार
ज़कात और सदक़ात के बारे में गाइडेंस
हज और उमराह गाइड
मुख़्तसर हज्जे मबरूर
उमरह का तरीका
पारविारकि मामले क़ुरान और हदीस की रोशनी में
लोगों के अधकिार और उनके मामलात
महत्वपूर्ण वयक्ति और स्थान
सुधारात्मक निबंध का एक संकलन
इल्म और जिक्र